$$\frac{16}{6}$$

اے۔بی۔سی (آڈٹ بیورو آف سرکولیشن) کی مصدقہ اشاعت

لہٗ دعوۃ الحق

فون نمبر رہائش : ۲

قرآن و سنت کی تعلیمات کا علمبردار

فون نمبر دارالعلوم : ۴

ماهنامه الحق اکوڑہ خٹک

جمادی الاولی ۱۴۰۱ھ
مارچ ۱۹۸۱ء

مدیر : سمیع الحق

جلد نمبر : ۱۶
شمارہ نمبر : ۶

اس شمارے میں

نقشِ آغاز — قومی کمیٹی مدارسِ عربیہ اور وفاق المدارس کی قرارداد	سمیع الحق
جہادِ افغانستان کے حقانی شہداء	ادارہ
جہادِ افغانستان اور محاذِ جنگ کی رپورٹ	فضلاءِ حقانیہ
مغربی اہل علم کا اسلام سے معاندانہ رویہ	ڈاکٹر جان بایل
نظامِ حکومت سیکولر یا مذہب ؟	مولانا حبیب الرحمان لدھیانویؒ
مفتی کفایت اللہ صاحب کی قرآن فہمی	مولانا اخلاق حسین دہلوی
یک نادر فقہی مخطوطہ	مولانا ابوالبیان۔ پشاور
مولانا شبیر احمد عثمانی کی سوانح علمی کا ایک ورق	مولانا محمد منظور نعمانی۔ لکھنؤ۔
اسلامیان عالم وقائع و اخبار	وقائع نگارانِ خصوصی
مرثیہ مولانا محمد علی سواتی	مولانا رضاء الحق مردانی
مولانا غلام غوث ہزارویؒ	تعزیتی خطوط
افکار و تاثرات (سیاسی اتحاد، ریفرنڈم، قومی کمیٹی کی رپورٹ)	زاہد الراشدی، محمد فاضل، مولانا سعد الدین شفیق فاروقی
دارالعلوم کے شب و روز	

بدل اشتراک پاکستان میں سالانہ ۲۵/ روپے فی پرچہ ۲/۵۰ روپے بیرون ملک بحری ڈاک ۳ پونڈ ہوائی ڈاک ۵ پونڈ

سمیع الحق استاد دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سمیع الحق

نقش آغاز

قومی کمیٹی برائے دینی مدارس اور وفاق المدارس کی تازہ قرارداد

حکومت پاکستان نے دینی مدارس کے نصاب اور نظام میں اصلاح اور عصری علوم اور درسگاہوں سے فضلاء مدارس عربیہ کے معادلہ وغیرہ کے بارہ میں قومی کمیٹی برائے دینی مدارس کے نام سے قدیم و جدید کی نمائندگی کرنے والے افراد پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل کی جس نے طویل غور و خوض کے بعد رپورٹ مرتب کرکے پیش کی۔ کمیٹی کے سامنے احقر دوسرے اکابر علماء کے ساتھ نصاب و نظام کے سلسلہ میں ڈٹ کر اپنا موقف پیش کرتا رہا۔ جو بنیادی طور پر مدارس عربیہ کے نصاب کی جامعیت، مدارس کی آزادی اور خودداری کے تحفظ اور اسے حتی الوسع عصری مقاصد اور آلائشوں سے محفوظ رکھنے پر مشتمل تھا۔ اور جس پر ان صفحات میں بار بار مختلف زاویوں سے اظہار خیال بھی کیا گیا ہے۔ اس رپورٹ کو حتمی شکل دینے میں اب وزارت تعلیم کی طرف سے ایک ایسا مجوزہ خاکہ سامنے آیا جس نے آغاز کار سے قبل ہی ہمارے خدشات کو درست ثابت کر دیا۔

اس سلسلہ میں وفاق المدارس العربیہ نے ۱۵ ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ ۲۱ فروری ۱۹۸۱ء کو اپنی مجلس عاملہ کا اجلاس راولپنڈی میں منعقد کیا جس میں وفاق المدارس کے پہلے با ضابطہ سرپرست حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ نے بھی شمولیت کی۔ صدر وفاق حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھی نے صدارت فرمائی۔ اس کے علاوہ پنجاب، سندھ، بلوچستان اور سرحد سے صرف وفاق کے ارکان شریک ہوئے۔ بلکہ مسلک دیوبند کے دیگر چیدہ چیدہ علماء کرام نے بھی شمولیت کی۔ قومی کمیٹی کے مجوزہ بورڈ میں علماء دیوبند کے تین نمائندے تھے جس میں راقم الحروف کے علاوہ حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھی اور مولانا عبید اللہ صاحب جامعہ اشرفیہ لاہور بھی شامل ہیں۔ یہ تینوں ارکان مجوزہ بورڈ بھی اس اجلاس میں شریک ہوتے مجلس عاملہ کی ہدایت کی روشنی میں احقر نے اس موقع پر ایک قرارداد مرتب کی جسے لفظی ترمیم و اضافہ کے بعد اجلاس نے متفقہ طور پر صدر وفاق کی طرف سے متعلقہ افراد اور اداروں کی طرف بھیج دیا۔

اس وقت جب کہ ملک میں کمیٹی اور حکومت کا یہ مجوزہ منصوبہ زیر بحث ہے مناسب ہے کہ اسے من و عن

نقش آغاز کے ذریعہ ارباب مدارس عربیہ اور علماء کرام تک پہنچایا جائے۔ قرارداد کا متن یہ ہے جس میں وہ قرارداد بھی شامل ہے جس کی بعد میں مجلس شوریٰ نے توثیق کی اور جسے ۱۴ر رجب ۹۹ھ کو مجلس عاملہ نے ملتان کے اجلاس میں مولانا مفتی محمود مرحوم کی صدارت میں منظور کیا گیا۔ اس قرارداد کو مرتب کرنے کی سعادت بھی اس گنہ گار کو نصیب ہوئی تھی۔ اس لحاظ سے بھی یہ ہر دو قرارداد یں الحق کا نقش آغاز بن جانے کی سزاوار ہیں :-

قرارداد

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہٗ ونصلی رسولہ الکریم

مدارس عربیہ کے نصاب ونظام تعلیم کی فلاح واصلاح کے سلسلہ میں جن مقاصد کے ماتحت قومی کمیٹی برائے دینی مدارس قائم ہوئی ۔ اس کمیٹی میں شامل مسلک دیوبند کی ترجمانی اور وفاق المدارس العربیہ کی نمائندگی کرنے والے فاضل ارکان نے کمیٹی کے آغاز سے سفارشات کی تکمیل تک کمیٹی کے ساتھ بھرپور اور مؤثر تعاون کیا۔ مگر اس پورے عرصہ میں ان ارکان نے یہ جدوجہد بھی کی کہ ایک طرف مدارس عربیہ کے نصاب کی نہایت فاضلانہ اور جامع حیثیت بھی مجروح نہ ہونے پائے جو آگے چل کر فارغ التحصیل ہونے والے علماء کے رسوخ فی الدین تعمق اور علمی صلاحیتوں پر اثر انداز ہو۔ دوسری طرف موجودہ دور کی تعلیمی سندات اور ڈگریوں سے معادلہ کے ضمن میں عصری علوم ومضامین جو نہایت لازمی اور ضروری ہوں صرف ان کو شامل نصاب کرنے پر اکتفا کیا جائے ۔

اس کے ساتھ ان ارکان کا یہ غیر متزلزل موقف بھی رہا کہ مجوزہ اصلاحی اقدامات سے کوئی بھی ایسی صورت ان مدارس کے لئے ناقابل برداشت ہوگی جن سے ان مدارس کی خود مختار حیثیت اور آزادی مجروح ہو اور صدیوں سے آزمودہ للہی طریقہ کار میں رخنہ پڑے ۔ کیونکہ ایسی کوئی بھی مداخلت آگے چل کر مدارس کے اصل دینی مقاصد روحانی اور اخلاقی تربیت، تعلیمی روح اور ڈھانچہ کو درہم برہم کرکے رکھدے گی ۔ کمیٹی کے سامنے جب مدارس کے اصلاحی وتنظیمی اور نصابی امور کے بارہ میں ایک خود مختار ادارہ کی تشکیل کا مسئلہ آیا تو ہمارے ان فاضل ارکان نے حکومتوں کے عمل دخل سے آزاد رکھنے کی خاطر اس بورڈ کی تشکیل کے بارہ میں اپنا متبادل خاکہ پیش کیا جو ہمارے لئے نہایت ناگزیر تھا مگر اسے نظر انداز کیا گیا اور اسے بہت معمولی اور خفیف ثابت کرنے کے لئے ہمارے ارکان کے متفقہ اختلافی نوٹ کے بجائے ایک فاضل رکن کے وضاحتی نوٹ کی صورت میں رپورٹ کے آخر میں شامل کیا گیا ۔ ہمارے ان ارکان کا موقف کسی علمی تنگ نظری یا جمود اور عصر حاضر کے ضروری مضامین اور علوم کو شامل کرنے سے گریز کرنے کی وجہ سے نہ تھا جب کہ انہیں خود بھی اسے بہتر سے بہتر بنانے کا احساس ہے ۔ لیکن ان مقاصد کی وجہ سے اگر ان مدارس کی آزادی اور خود مختاری داؤ پر لگادی جاتی تو نتیجۃً ان مدارس سے امت کو دنیا کی بھلائی تو کیا ملتی دین اور دینی مقاصد سے بھی ہاتھ دھونا پڑ جاتا ۔ چنانچہ رپورٹ کے سامنے آجانے سے وفاق المدارس اور دیوبند کے اکابر علماء نے موجودہ اور مستقبل کے خدشات

کے پیش نظر مورخہ ۱۳ رجب ۱۳۹۹ھ ۲۶ جون ۸۰ء کو ملتان میں اپنے مجلس عاملہ کے اجلاس میں اس پروگرام کو مسترد کر کے قرارداد پاس کی جس کے بعد مجلس شوریٰ نے ۳۰ نومبر ۸۰ء کے اجلاس میں توثیق بھی کر دی۔ اس قرارداد کا متن یہ ہے:۔

"مجلس عاملہ کا یہ اجلاس اصلاح نصاب و نظام کے سلسلہ میں مجوزہ قومی کمیٹی کی تجاویز و سفارشات کے ہر پہلو پر پورے اخلاص کے ساتھ غور کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ مدارس عربیہ کی موجودہ صورت میں ان مدارس عربیہ سے جو فراغت پاتے ہیں۔ اخلاص وللہیت، رسوخ فی العلم، تدین و تقویٰ، حریت و عمل اور جہاد و جہد للہ، بے لوث دینی و علمی خدمات کے لحاظ سے ان کا ایک ممتاز مقام ہوتا ہے۔ پچھلے سو سال سے ہمارے اسلاف نے ملک و ملت کی بقاء اور دینی و ملی خدمات کے لئے اس نظام تعلیم کو ذریعہ بنایا ہوا ہے اگر ان مدارس کے نصاب میں مجوزہ عصری علوم بھی شامل کر لئے گئے تو ایک طرف تو علماء کا مطمح نظر بھی عصری ڈگریاں، عہدے اور مناصب بن جائیں گے اور دوسری طرف اعتماد علی اللہ، اخلاص و للہیت اور دین کی بے لوث خدمت کا جذبہ ختم ہو جائے گا۔ تیسری طرف نصاب تعلیم اتنا بوجھل اور بھاری ہو جائے گا کہ جس کی وجہ سے علوم دینیہ عربیہ میں رسوخ فی العلم اور اعلیٰ استعداد و صلاحیت برقرار نہیں رہ سکے گی جس کی مثال یونیورسٹی اور کالجوں کے شعبۂ عربی و اسلامیات کے فضلاء کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہے۔ اس لحاظ سے اب تک تجربات، اسلاف کی دور اندیشی اور دینی بصیرت کی روشنی میں اس اجلاس کا یہ فیصلہ ہے کہ کمیٹی کی مجوزہ سفارشات (جس میں ہمارے نمائندوں کی متبادل تجاویز کو اختلافی نوٹ کی شکل میں دکھایا گیا ہے) کو مسترد کیا جائے اور مسلک دیوبند اور وفاق سے وابستہ تمام مدارس سے قطعی توقع رکھتا ہے کہ دینی مفاد، علمی رسوخ و استعداد کی بقا اور حفاظت کی خاطر ایسے تمام مجوزہ اقدامات سے اپنے آپ کو محفوظ رکھا جائے گا۔ اس کے ساتھ ہی یہ اجلاس حکومت پاکستان سے مطالبہ کرتا ہے کہ ملک کے پچانوے ۹۵٪ فی صد جدید تعلیم یافتہ طبقہ کی دینی تعلیم و تربیت کے سلسلہ میں سکولوں کالجوں یونیورسٹیوں کے نصابوں اور طریق تعلیم میں فوری طور پر ممتاز اور جید علماء

کی سفارشات کی روشنی میں ایسی تبدیلی کی جائے کہ وہاں سے فارغ ہونے والے دینی اور اسلامی علوم سے پوری طرح آگاہ ہو سکیں اور آگے چل کر ملک کے بہترین اور صالح شہری ثابت ہو سکیں"

قومی کمیٹی کی رپورٹ جب صدر پاکستان کو پیش کر دی گئی تو اس کے نفاذ کے طریق کار وضع کرنے کے لئے صدر محترم نے اسے ایک ذیلی کمیٹی اور پھر تنقیدی کمیٹی کے سپرد کر دیا۔ ان کمیٹیوں کے بعض سرکاری ارکان نے مجوزہ رپورٹ کی رہی سہی حیثیت بھی ختم کرنے کی پوری سعی کی اور مدارس کے نصاب اور نظام کی شکل میں بے دست و پا کرنے کے مشورے اور تجاویز پیش کیں۔ میٹنگوں کا یہ سلسلہ جاری رہا اور پچھلے اجلاس میں وزارت تعلیم کے فاضل سکریٹری کے سامنے بھی آیا انہوں نے اجلاس میں اس کے نفاذ کے لئے ایک مجوزہ خاکہ پیش کرنے کی مہلت مانگی جو انہیں دے دی گئی۔

اب جو مجوزہ منصوبہ برائے نفاذ ہمارے سامنے آیا جو ۲۲ فروری کو مجوزہ قومی بورڈ کے اجلاس میں زیر غور رہے اس نے ایک طرف تو ہمارے تمام خدشات اور اندیشوں کو قطعی ثابت کر دیا اور دوسری طرف اس نئے منصوبہ کی تجاویز نے قومی کمیٹی کے اب تک کئے ہوئے سارے کام پر بھی یک لخت پانی پھیر دیا۔ یہ منصوبہ قومی کمیٹی کے مجوزہ قومی بورڈ برائے مدارس کے دائرہ اختیار کو بھی یہ کہہ کر ختم کر کے رکھ دیتا ہے کہ حکومت ایک مقتدرہ (اتھارٹی) کی تشکیل دے جو قومی کمیٹی کی سفارشات کا بھی تفصیلی جائزہ لے۔ دوسری طرف یہ مجوزہ منصوبہ مذکورہ قومی بورڈ کو امتحانات و سندات وغیرہ کے معاملہ میں بھی بے بس کر دیتا ہے جس سے بالآخر مدارس حکومت کی بیوروکریسی اور وزارتوں کے باتنخواہ سرکاری افسروں کے ہاتھ کھلونا بن جائیں گے۔

قومی کمیٹی کی رپورٹ میں مدارس عربیہ کے مروّجہ بھاری نصاب کو ملحوظ رکھتے ہوئے نہایت ضروری کم سے کم مروّجہ مضامین شامل کرنے پر کفایت کی گئی تھی۔ مجوزہ منصوبہ نے ان مضامین میں زرعی، تکنیکی، صنعتی اور تجارتی مضامین کا اضافہ بھی ضروری سمجھا۔ پھر جامع نصابات کی از سرِ نو ترتیب اور وفاقی حکومت کے منظور شدہ نصابات کا بھی مدارس عربیہ کو پابند بنانا چاہا۔ یہ سب کچھ دیکھ کر ہمارے اس یقین میں اور پختگی آ گئی کہ حکومت کے ایسے آئے دن بدلتی ہوئی تجاویز اضافوں اور ترمیمات سے مدارس عربیہ کا اصل مقصد فروغ اشاعت دین تحفظ قرآن و سنّت اور اشاعت علوم دینیہ، مخلص اہل حق علماء کی تیاری وغیرہ) باقی نہ رہ سکے گا۔ نہ مدارس آئے دن کی بدلتی ہوئی حکومتوں اور افسروں کے بدلتے ہوئے رجحانات کو مختلف نظریات کے ساتھ اپنی خود مختاری باقی رکھ سکیں گے۔ اس لئے نہ صرف یہ کہ آج کے اس اہم اجلاس میں وفاق المدارس اور مسلک دیوبند کے اکابر حضرات اپنی پہلی قرارداد کی توثیق کرتے ہوئے وزارت تعلیم کے اس مجوزہ خاکہ کو مسترد کرتے ہیں بلکہ دینی تعلیم کی اشاعت میں سرگرم دیگر مکاتب فکر (بریلوی۔ اہلحدیث اور شیعہ) کے ارباب مدارس عربیہ سے بھی توقع کرتے ہیں کہ وہ بھی ان مجوزہ اصلاحات سے قطعی لاتعلقی کا اعلان کر کے دینی تعلیم کی حفاظت کا آزمودہ طریق کار برقرار رکھیں گے انشاءاللہ اسی میں دین، علماء، مدارس اور ملک و ملت کی فلاح ہو گی"

سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو الحق ربیع الثانی ۱۴۰۰ھ

قسط دوم

جہادِ افغانستان اور ہمارے حقانی فضلاء

شہید ہونے والے فضلاء دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

عصرِ حاضر کے سب سے بڑے استعمار اور اسلام دشمن طاقت روس سے افغانستان کے غیور علماء اور دینی طلباء اور عام مسلمان مصروفِ جہاد ہیں۔ الحمدللہ اس جہاد میں دارالعلوم حقانیہ میں تعلیم پانے والے افغانستانی علماء اور طلباء صفِ اول میں قائدانہ کردار ادا کر رہے ہیں۔

چمنستانِ حقانی کے بے شمار شگفتہ مہکتے پھول لیلائے اسلام پر نثار ہو چکے ہیں۔ بہت کم جن فضلاء کرام اور تعلیم یافتہ حقانی طلباء شہادت کی اطلاعات ہمیں پہنچ سکی ہیں۔ ان کا کچھ تذکرہ الحق ربیع الثانی ۱۴۰۰ھ۔ فروری مارچ ۸۰ء کے شمارہ میں آچکا ہے۔ چند ایک مزید شہداء حقانی کا مختصر اً تذکرہ کیا جا رہا ہے۔ ہو سکتا ہے کسی اطلاع میں مغالطہ ہوا ہو یا کسی مقام کے کوائف کسی شہید کے نام کے تحت آگئے ہوں تو معذرت کے ساتھ اس کی تصحیح شائع کر دی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ان شہداء کی اس عظیم قربانی کو اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور روسی استعمار کی تباہی و ہلاکت کا ذریعہ بنا دے۔ اور چمنستان محمدی میں ایک بار پھر لہلہا اٹھے۔

مولانا غلام محمد صاحب حقانی شہید

مولانا غلام محمد صاحب ولد جناب مسافر خان صاحب کوٹ۔ ڈاک خانہ تحصیل سرشاہی جلال آباد افغانستان علاقہ زلمت میں شہید ہو گئے۔

آپ ۱۵ر شوال ۱۳۸۴ھ کو دارالعلوم حقانیہ میں داخل ہوئے دورہ حدیث شریف کی موقوف علیہ کتابیں یہاں پڑھیں رحمہ اللہ تبارک وتعالیٰ۔

مولانا سید جان محمد صاحب عرف خاکی جان حقانی شہید

مولانا جان محمد ولد جناب خواجہ محمد وطن اقامت کوئٹہ۔ وطن اصلی غزنی افغانستان۔

یکم محرم الحرام ۱۳۹۹ھ کو مادرِ علمی دارالعلوم حقانیہ میں داخلہ لیا۔ کافیہ۔ شرح وقایہ۔ اصول الشاشی۔ مجموعہ منطق اور جمال القرآن پڑھتے رہے۔ ان کا ایک چھوٹا بھائی بھی ساتھ تھا ابتدائی کتابیں پڑھتا رہا۔ جوشِ جہاد اور جذبۂ شہادت نے مجبور کیا تو دارالعلوم سے عارضی رخصت پر جہاد چلے گئے۔ ان کے محاذِ جنگ میں ایک گروپ "دینی طلبا" کے نام سے مشہور تھا۔ رات کے بارہ بجے انہوں نے دشمن پر چھاپہ مارا۔ اور گروپ کی تعداد سے بڑھ کر خلقی لوگوں کو قیدی بنا کر مرکز لے جانے لگے کہ دشمن کے ٹینکوں نے تعاقب کیا۔ بڑی بے جگری سے مقابلہ کیا۔ رمضان المبارک کے روزہ کی حالت میں مشین گن کی بوچھاڑ سے عصر کے قریب شہید ہو کر ارشادِ نبویؐ۔ للصائم فرحتان فرحۃ عند فطرہ وفرحۃ عند لقاء ربہ کے مطابق فطر سے کچھ قبل رب کریم کے لقاء حقیقی سے سرشار ہو گئے۔

مولانا حافظ عبدالکریم حقانی شہید

مولانا حافظ عبدالکریم صاحب ماکوان صوبہ قندہار کے باشندے تھے۔ ۱۸ر شوال ۱۳۹۳ھ کو دارالعلوم حقانیہ میں داخل ہوئے اور ۱۳۹۴ھ میں سند فراغت حاصل کی۔ آپ دفتر حرکت انقلاب اسلامی افغانستان میں معاون امیر تھے۔ بعد ازاں ان کو دو سو افراد پر مشتمل ایک جبہہ ناجیہ کی قیادت سونپی گئی۔ ہر میدان میں آپ نے مردانہ وار مقابلہ کیا۔ ان کے ہاتھوں بہت سے روسی اور افغان سر باز واصل جہنم ہوئے۔ ۴ار رمضان المبارک کو دشمن کے ساتھ ایک مقابلہ میں جب کہ وہ کسی طالب علم کو بچانے کے لئے اٹھے تو ایک گولی آپ کے منہ پر لگی جس سے آپ نے جام شہادت نوش کیا۔

اچھے اوصاف کے مالک قابل اور ذی استعداد شخص تھے۔ دورہ حدیث شریف ۱۳۹۴ھ میں پڑھا۔ سالانہ امتحان جو کہ وفاق المدارس کے زیر انتظام ہوتے ہیں اس میں شرکت کی اور ۳۶۶ نمبر لے کر درجہ علیا میں کامیابی حاصل کی۔

شہید مرحوم کے اس جبہہ ناجیہ میں چند اور مشہور حقانی فضلاء کے نام یہ ہیں۔ مولوی سید عبدالرؤف حقانی۔ مولوی سید عبدالمجید حقانی۔ مولوی سید حبیب اللہ حقانی۔ مولوی سید محمد اعظم حقانی۔ مولوی سید محمد اکرم حقانی اور سید محمد اکبر حقانی وغیرہم جو روسی کفر و الحاد سے برسر پیکار ہیں۔

مولانا محمد سعید حقانی شہید

مولانا محمد سعید ولد محمد مرجان صاحب مقام کندر خیل ڈاک خانہ سید کرم صوبہ گردیز افغانستان۔ ۲۰ر شوال ۱۳۷۹ھ کو دارالعلوم میں داخل ہوتے اور علوم وفنون کی تحصیل کرتے رہے۔ علاقہ گردیز صوبہ خوست کے باڑی قلعہ میں بارودی سرنگ نکالنے میں مصروف تھے۔ اس گروپ نے ۸۵ بارودی سرنگ (مائنز) نکالیں۔ اس دوران ایک سرنگ پھٹ جانے سے ایک ہاتھ کٹ گیا۔ مگر لٹکتا رہا۔ نصف گھنٹہ بعد کاٹ دیا گیا۔ مجاہدین نے جمع ہو کر انہیں فوری طبی امداد پہنچائی۔ چائے پلائی

مگر جانبر نہ ہو سکے اور خلعت شہادت سے باریاب ہوئے۔ اس وقت آپ علاقہ "نری مرکز" سے وابستہ تھے۔ دارالعلوم حقانیہ سے فراغت کے بعد خوست کے موضع یارمنڈی کے دینی مدرسہ میں درس و تدریس کرتے رہے۔

مولانا محمد نعیم حقانی شہید

مولانا محمد نعیم ولد مولانا مخدوم مقام درخان ضلع بدخشاں افغانستان مولوی سید شاہ صاحب کے نام سے معروف ہوتے۔ ۱۴ شوال ۱۳۸۵ھ کو دارالعلوم حقانیہ میں داخل ہوئے۔ ۱۳۹۱ھ میں دارالعلوم سے سند فراغت حاصل کی۔ تقریباً چھ برس اس مرکز علمی میں تحصیل علم میں مشغول رہے۔ اعلیٰ استعداد کے مالک تھے درجہ علیا میں کامیابی حاصل کی۔ اپنے محاذ اور جیپ کے کماں کی مارٹرگن سے ایک روسی حملہ آور جہاز کو بھی مار گرایا۔ زلمت ولایت پکتیا میں مصروف جہاد تھے کہ شہادت پائی۔

مولانا حجۃ اللہ حقانی شہید

انقلاب کے بعد عرصہ ہوا شہر کابل میں قید کر دئے گئے تھے۔ اور ایک مدت سے عدم پتہ ہیں۔ غالب گمان یہ ہے کہ شہید کر دئے گئے ہیں۔

مولانا فضل کریم حقانی شہید

جہاد میں مصروف تھے۔ کمیونسٹ بے ضمیر خلقی رہنماؤں میں چار سرکردہ افراد کو یکایک حملہ کر کے قتل کر دیا۔ جب کہ وہ ایک جگہ کرسیوں پہ بیٹھے ہوئے کسی مشورہ میں مصروف تھے۔ سب کو ہلاک کر دیا۔ مگر بالآخر خود بھی جام شہادت نوش کیا۔

مولانا عبدالوہاب حقانی شہید

مولانا عبدالوہاب ولد مولانا محمد اکرم سکنہ تپہ دار کوہستان شمالی افغانستان پروان۔

۱۵ شوال ۱۳۸۴ھ کو دارالعلوم حقانیہ میں داخلہ لیا۔ دورہ حدیث سے فراغت حاصل کی۔ بہترین علمی استعداد کے مالک تھے۔ اسی بنا پر ۸۶-۱۳۸۵ھ میں ایک سال تک اپنے مادر علمی دارالعلوم حقانیہ میں تدریس کی خدمات بھی انجام دیں۔ اس کے بعد کابل کے مدرسہ نوریہ میں شیخ الحدیث تھے۔ جنگ میں بھرپور حصہ لیا۔ دو اڑھائی سال سے عدم پتہ ہیں اغلب گمان یہ ہے کہ جام شہادت نوش فرما چکے ہیں۔

افغانستان کا جہاد اور فضلائے دارالعلوم حقّانیہ

(محاذِ جنگ میں مصروف ہمارے حقانی فضلاء کی بھیجی ہوئی رپورٹوں سے مرتب کیا گیا)

تصنیف و تالیف تدریس و افتاء تبلیغ و ارشاد ان تمام میدانوں میں فضلاء مادرِ علمی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک تو پہلے ہی سے مصروفِ کار ہیں۔ لیکن اب جب کہ روسی استعمار اور سرخ سامراج نے برادر اسلامی ملک افغانستان کو کشت زار بنایا ہے۔ دین و ملت اور اسلامی تشخص کے ساتھ کھیلا جا رہا ہے۔ اس عظیم مادی طاقت کے خلاف جہاد میں شامل افغانستانی علماء میں سے اکثر حقانی فضلاء ہیں جنہوں نے پچھلے سالوں میں دارالعلوم میں تعلیم پائی۔ جن میں کچھ تو قیادت، کے فرائض انجام دے رہے ہیں اور باقی اکثر ذمہ دار اشخاص ہیں۔

ذیل میں ہم صرف ایک جبہہ (محاذِ جنگ) کی رپورٹ پیش کر رہے ہیں جو تقریباً تمام تر حقانی فضلاء پر مشتمل ہے۔ یہ جبہہ جس کا نام الجبھۃ الناجیہ ہے۔ حرکت انقلاب اسلامی افغانستان کے تحت کام کر رہی ہے۔ اس کی قیادت مولوی سید اختر محمد کے ہاتھ میں ہے۔ اس جبہہ نے جو انقلاب آفرین کارنامے انجام دئے ہیں ان کو آئندہ مورخ زریں حروف سے لکھے گا۔ اس جبہہ کے ہاتھوں روسی افواج اور افغان خلقیوں کو بہت بھاری جانی و مالی نقصان اٹھانا پڑا۔

گذشتہ دنوں اس جبہہ میں شامل تقریباً ساٹھ مجاہدین جن کے پاس معمولی قسم کا اسلحہ تھا قریہ چار باغ جو قندہار شہر سے چار کلومیٹر پر ہے۔ انہوں نے روسی افواج کا ایک بہت بڑا حملہ پسپا کر دیا۔ اس حملے میں روسی افواج کے پینتالیس افراد مارے گئے۔ اور مالِ غنیمت میں سے مجاہدین کے ہاتھوں چند کلاشنکوف اور بندوقیں آئیں۔ مجاہدین میں سے صرف ایک مجاہد معمولی زخمی ہوا۔

بعد ازاں اس جبہہ کے مرکز قریہ ناگہان پر روسی افواج کے چھ سو آدمیوں جن کے پاس چھ سو ٹینک اور چار جنگی جہاز تھے حملہ کر دیا۔ ان کے مقابلہ میں مجاہدین کی تعداد ایک سو اسّی تھی۔ ان کے پاس چار راکٹ انداز اور صرف

ایک طیارہ شکن مشین گن تھی۔ صبح سے شام تک جنگ جاری رہی جس میں دو سو روسی مارے گئے اور دو مجاہدین سید محمد ہاشم اور عبدالرحمان نے جام شہادت نوش کیا۔ طیاروں کی متواتر بمباری سے دو مجاہدین کو معمولی چوٹیں آئیں۔

مرکز مجاہدین ناگہان کے قریبی گاؤں خسرو اور نورشاہ میں چودہ افغان خلقی (جنہیں یہ لوگ سرباز ان کہتے ہیں۔ انہیں آزادی ہوتی ہے جس پر ان کا شک گذرے کہ یہ شخص حکومت کے خلاف باغیانہ سرگرمیوں میں مصروف ہے۔ یہ ان کو مار دیتے ہیں) سکونت پذیر تھے۔ وہ لوگ ان سے بہت تکلیف میں مبتلا تھے۔ مجاہدین کے چالیس افراد نے ان پر حملہ کر دیا جنگ شام تک جاری رہی ان میں سے تین سرباز مارے گئے۔ اور کوئی نقصان ان کو پہنچایا جا سکا۔ ان کی امداد روسی کمک آ گئی۔ مگر بالآخر مجاہدین ہی کامیاب ہوئے اور روسی فوج کے تین افراد واصل جہنم کر دئے گئے۔

روسی فوج لاؤ لشکر سمیت جس میں تقریباً آٹھ سو ٹینک ایک ہزار توپ و تفنگ سے لیس مع آٹھ جنگی جہاز کے مجاہدین پر حملہ آور ہوئے۔ ان کے مقابلہ میں مجاہدین صرف دو سو تھے۔ صبح سے شام تک جنگ جاری رہی۔ نتیجہ میں دو سو پچاس روسی ہلاک ہوئے۔ نو ٹینک بارود سے بھرے ہوئے بوتلوں سے اڑا دئے گئے۔ اور تیرہ گاڑیاں جلا دی گئیں۔ مجاہدین میں سے چار افراد نے جام شہادت نوش کیا۔ اور چھ افراد شدید بمباری سے زخمی ہوئے۔ مجاہدین کو کافی اسلحہ اور مال غنیمت ہاتھ آیا۔

پچیس مجاہدین نے ایک راکٹ انداز سمیت اور کچھ معمولی اسلحہ کے ساتھ روسی فوج کے ایک دستہ پر حملہ کر دیا۔ یہ واقعہ قندہار سے تین کلو میٹر کے فاصلہ پر پیش آیا۔ روسیوں کو بہت بھاری مالی و جانی نقصان اٹھانا پڑا۔

پچاس مجاہدین نے تیرہ سربازوں پر حملہ کر دیا جو ایک قلعہ میں محصور تھے۔ شام سے صبح تک لڑائی جاری رہی بالآخر مجاہدین نے قلعہ فتح کر لیا۔ اور تمام کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ بہت سا مال غنیمت جس میں کلاشنکوفیں مشین گنیں اور بندوقیں تھیں۔ جو مجاہدین کے ہاتھ آئیں۔ مجاہدین میں سے صرف ایک مجاہد معمولی زخمی ہوا۔

دو ہزار روسیوں نے بارہ سو ٹینک اور بارہ جنگی جہازوں سمیت مجاہدین کے مرکز کو محاصرہ میں لے لیا۔ وہ دن میں مجاہدین کا صفایا کرنے کی غرض سے آئے تھے۔ مجاہدین نے تین دن تک مقابلہ کیا۔ چوتھے روز اپنا مرکز چھوڑ دیا کیونکہ اسلحہ ختم ہو چکا تھا۔ اس جنگ میں روسیوں کے چودہ ٹینک تباہ ہوئے اور چھ سو روسی مارے گئے۔ مال غنیمت میں سے ایک مشین گن مجاہدین نے حاصل کی۔ اس شدید سہ روزہ لڑائی میں مجاہدین کے دس افراد شہید اور دس زخمی ہوئے۔

قندہار کے قریب موضع کرز کی میں جبہ ناجیہ کے پچیس افراد اقامت پذیر تھے اور ان کے ساتھ دوسری جبہ جبہ کی قیادت ہمارے مولانا حافظ عبدالحکیم حقانی (شہید) کر رہے تھے، کے ستر افراد بھی مل گئے۔ مقابلہ میں روسیوں

(باقی ص ۲۹ پر)

برجر
پینٹس کی دنیا میں
سرفہرست

برجر گروپ کا دائرۂ کار بین الاقوامی سطح پر اس قدر وسعت اختیار کرچکا ہے کہ آج دنیا کے ۲۵ سے زائد ممالک میں اس کے نمائندے اور ذیلی ادارے قائم ہیں۔

اپنی سالہا سال کی عمدہ کارکردگی کی وجہ سے آج برجر گروپ کو اعلیٰ معیار کے پینٹس تیار اور فروخت کرنے میں بین الاقوامی شہرت حاصل ہے۔

پاکستان میں برجر پینٹس آپ کے لئے روبیالیک تیار کرتے ہیں۔ روبیالیک پینٹس کے نام سے پاکستان کے بیشتر لوگ بخوبی واقف ہیں۔ اس کے علاوہ برجر پینٹس پاکستان لمیٹڈ مختلف قسم کے اسپیشلائزڈ کوٹنگز، انڈسٹریل اور میرین پینٹس بھی تیار کرتے ہیں

برجر پینٹس پاکستان لمیٹڈ

دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

میں

زیر تعمیر دار الحفظ والتجوید کی عمارت

دار العلوم حقانیہ میں حفظ قرآن کریم تجوید و قرأت کے شعبوں کو ترقی و توسیع دینے کا پروگرام عرصہ سے زیر غور تھا کہ ایک عظیم الشان مستقل عمارت ہو جو درسگاہوں اور اقامتی کمروں کے علاوہ تربیتی لوازمات پر بھی مشتمل ہو، اور جو ایک قسم کی دار التربیت کا کام بھی دے سکے۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے دار العلوم حقانیہ کے مغربی حصہ میں ایک الگ خطہ مخصوص کر دیا گیا اور پچھلے دنوں حضرۃ شیخ الحدیث مولانا عبد الحق مدظلہ نے اس شاندار اور وسیع عمارت کا سنگ بنیاد رکھا۔ اس وقت تعمیر کا کام تیزی سے جاری ہے۔ تقریباً ۵ لاکھ روپے کی لاگت کا تخمینہ ہے۔ کلام خداوندی قرآن کریم کے ضبط و قرأت اور اشاعت و ترویج سے متعلق اس نہایت مقدس عمارت کی تعمیر میں اہل خیر حضرات حسب استطاعت جتنا بھی حصہ لے سکیں یا اپنی طرف سے کمرہ یا درسگاہ بنوا سکیں تو انشاء اللہ تاقیامت صدقۂ جاریہ رہے گا۔

اللہ کی راہ میں

بہتر سے بہتر مواقع انفاق کے متلاشی حضرات

کیلئے

یہ موقع غنیمت ہے

امدادی رقومات بھجواتے وقت دار الحفظ والتجوید کی تعمیری مد کی صراحت ضرور فرمائیں۔

دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور

پاکستان

ڈاکٹر جان ایل

ایک امریکی محقق کا اعتراف

مغربی اہل علم نے اسلام کو توڑ مروڑ کر پیش کیا ہے

ڈاکٹر جان ایل اسپوزیٹو ورسٹر (میساچوسٹس) میں ہولی کراس کالج کے مذہبی علوم کے شعبہ کے چیئرمین ہیں۔ انہوں نے مسلم ممالک میں بڑے پیمانہ پر تحقیق کی ہیں اور مسلم عائلی قانون اور اسلام میں عورتوں کے حقوق کے موضوع پر بہت سے مضامین لکھے ہیں۔ وہ اس وقت ایک کتاب " اسلام ۔ مسلمانوں کی زندگی کی صراط مستقیم " پر کام کر رہے ہیں۔

مجھے حال ہی میں پاکستان کے ایک تحقیقاتی سفر کے سلسلے میں ایک بار پھر مسلم دنیا میں جانے کا موقعہ ملا۔ اور میں نے پاکستان کے علاوہ مصر۔ بحرین اور بنگلہ دیش کا دورہ کیا۔ اس سفر کے دوران میں نے یونی ورسٹیوں اور اسلامی اداروں میں تقریریں کیں۔ اور وزیروں۔ پروفیسروں۔ علماء۔ ججوں۔ وکیلوں سمیت متعدد مسلمانوں سے گفتگو کی۔

اس مضمون میں بعض ان سوالات اور مسائل سے بحث کی گئی ہے۔ جو مختلف مجالس تذکرہ و مباحثہ میں زیر غور آئے۔ اور وہ دلچسپی کے ان تین بڑے موضوعات سے تعلق رکھتے ہیں۔ امریکہ میں اسلام میں اچانک دلچسپی پیدا ہو جانے کے اسباب، اسلام سے متعلق غلط فہمیوں کے اسباب اور اسلام کی دعوت کے خلاف عملی منافرت۔

اسلام سے اچانک دلچسپی کیوں؟ | گذشتہ سال کے دوران امریکہ میں اسلام سے جو دلچسپی نمایاں ہوئی ہے اس کے اسباب بالکل عملی ہیں۔ یعنی تیل پیدا کرنے والے عرب ملکوں کا اقتصادی قوت کی حیثیت سے ابھرنا اور ایران۔ پاکستان اور افغانستان جیسے کئی مسلمان ملکوں میں سیاسی بے چینی کا پایا جانا۔ ان واقعات کی

بنا پر اہل امریکہ کو اچانک یہ اندازہ ہوا کہ اس حقیقت کے باوجود کہ اسلام دنیا کا سب سے بڑا مذہب ہے۔ بیشتر امریکی مسلمانوں اور ان کی طرز زندگی کے بارے میں بہت کم واقفیت رکھتے ہیں اس سے بھی زیادہ تکلیف دہ یہ حقیقت ہے کہ اسلام ایک مذہب ہے جسے غالباً سب سے زیادہ غلط سمجھا گیا ہے۔ اس وجہ سے میں اکثر اپنے تعارفی نصاب کا یہ عنوان رکھتا ہوں "اسلام وہ مذہب ہے جسے غلط سمجھا گیا"۔

اسلام کے بارے میں اتنی غلط فہمی کیوں؟ اہل امریکہ کے اسلام کو سمجھ نہ پانے کے بہت سے اسباب ہیں پہلے سبب کا تعلق مسلمانوں کی ابتدائی فتوحات اور توسیع کے دور سے ہے۔ اسلامی دور کے پہلی صدی میں اسلام کا پھیلاؤ ایک بڑا اہم تم بالشان واقعہ ہے۔ محض سو سال کے عرصہ میں ایک اتنی بڑی سلطنت کبھی قائم نہیں ہو سکی تھی اور مسیحی دنیا یہ محسوس کرنے لگی تھی کہ اس کی وجہ سے خود اس کا اپنا وجود خطرے میں پڑ گیا ہے۔

ایک ممتاز عیسائی ماہر دینیات نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ اپنے ارتقا کی ابتدائی صدیوں میں مسیحیت بیرونی خیالات اور اثرات کو قبول کر لیتی تھی۔ لیکن ساتویں یا آٹھویں صدی میں اسلام کی توسیع کے رد عمل کے طور پر عیسائی مذہب نے بیرونی اثرات کے دروازے اپنے اوپر بند کر لئے۔ اس بے اعتمادی میں صلیبی جنگوں کے باقی اثرات کی وجہ سے اور بھی اضافہ ہو گیا۔ مثال کے طور پر اگر بیسویں صدی تک کے مغربی ادب کا مطالعہ کیا جائے تو یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ دانتے والٹیر اور رینان جیسے ذہین اور باخبر ادیبوں نے اسلام توڑ مروڑ کر پیش کیا ہے۔

اسلام کے بارے میں غلط فہمیاں پیدا کرنے کے سلسلے میں مستشرقیت نے بھی بڑا حصہ لیا ہے مستشرقین نے اسلامی علوم کے ضمن میں جو کام کیا ہے اس کا ہمیں یقیناً اعتراف کرنا چاہئے۔ انہوں نے ان مخطوطات کو جو عرصہ دراز ہوا فراموش ہو چکے تھے جمع کیا۔ ان کی تدوین کی۔ اور ان کے ترجمے کئے۔ ان کی ان کاوشوں ہی کے نتیجہ میں اسلامی تاریخ اور روایات کی گراں قدر باقیات کی بازیابی ممکن ہوئی تاہم بہت سے مستشرقین کی تحریروں میں اس وقت سنگین نوعیت کی دشواریاں پیدا ہو جاتی ہیں جب وہ اسلام کی تعبیر پیش کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

اس سلسلے میں اس حقیقت کو پیش نظر رکھنا بہت ہی ضروری ہے کہ اٹھارہویں صدی سے اب تک جتنے بھی مستشرقین پیدا ہوئے ہیں وہ مغربی نوآبادیاتی یہودی مسیحی مذہبی پس منظروں کے پیداوار تھے۔ اس پس منظر کا ایک جز ثقافتی اور مذہبی تعصب بھی ہے جو خود کو کسی دوسری ثقافتی روایات سے افضل تر گردانتا رہا ہے۔

امریکہ میں اس غلط فہمی کو جو چیز آہستہ آہستہ دور کر سکتی ہے وہ اس بات کا ادراک ہے کہ ہمارے پاس علماء اور مطبوعات کی شکل میں وسائل کی کمی ہے۔ اور اس وقت ہمارے پاس جو وسائل موجود ہیں وہ ہمیں دنیائے اسلام کے واقعات کو کماحقہٗ سمجھانے میں ناکام رہے ہیں۔ اس ادراک کا اظہار کہ اس سلسلے میں بہت کچھ کرنے کی ضرورت ہے۔ اسلام اور دنیائے اسلام سے متعلق کانفرنسوں اور مجالس مذاکرہ کے بڑی تعداد میں انعقاد اور مطبوعات کی اشاعت سے ہوتا ہے۔ ان کے علاوہ امریکہ میں ہائی اسکولوں۔ کالجوں اور یونیورسٹیوں کی سطح پر اسلامی علوم سے متعلق نصابات روز افزوں طور پر شروع کئے جا رہے ہیں۔ اور ان کے لئے درسی اور تعلیمی مواد تیار کرنے کے مقصد سے متعدد بڑے بڑے منصوبے شروع کئے گئے ہیں۔

ایک اور واقعہ جس پر کم توجہ دی گئی ہے لیکن جو بڑی اہمیت کا حامل ہے وہ تبادلۂ خیال ہے جو عیسائیت اور اسلام اور کسی قدر کم درجے میں یہودیت کے درمیان ہو رہا ہے۔ چنانچہ کلیساؤں کی عالمی کونسل ڈیکن کے مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان تعلقات سے متعلق دفتر اور بین المذاہب امن مجلس (جس کا نام حال ہی میں بدل کر "یہودی اسلامی مسلم کانفرنس" رکھ دیا گیا ہے) جیسی تنظیموں نے اہل علم اور مذہبی رہنماؤں کی بین الاقوامی اور قومی کانفرنسوں کا اہتمام کیا ہے۔ اس قسم کے پروگرام انگلستان کی اسلامک فاؤنڈیشن واشنگٹن ڈی سی کے اسلامک سنٹر اور شمالی امریکہ اور کناڈا کے مسلم طلباء کی انجمن جیسی مسلم تنظیموں کے تعاون سے بنائے گئے ہیں ان کانفرنسوں میں مشترکہ دینیاتی ذرائع اور دن بیسیوں نیز عالمی امن اور معاشرتی و معاشی انصاف کے موضوع کی چھان بین کی جا رہی ہے۔ اس قسم کے بنیادی و مشترکہ ایمان جو یہ تینوں ابراہیمی مذاہب رکھتے ہیں ایک اور واحد حی و قیوم خدا اس کی وحی اس کے پیغمبروں پر یقین اور مشترک مقصد یعنی رضائے الٰہی کا حصول ہیں۔

اسلامیانے کا عمل | مسلمان ملکوں کی سیاسی اور معاشرتی زندگی میں اسلام کی جھلک میں اضافے کی خبریں مغرب میں "احیائے اسلام" اور "اسلام کی پیش قدمی" جیسے فقروں کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔ بلاشبہ یہ فقرے گمراہ کن بھی ثابت ہو سکتے ہیں۔ کئی اعتبار سے ان فقروں میں مغربی حکومتوں اور اہل علم لوگوں کو وہ ادراک جھلکتا ہے۔ جو انہیں اچانک ہوا ہے۔ انہوں نے اس حقیقت کو نہیں سمجھا کہ اسلام کو نہ صرف دیہی علاقوں اور روایتی تعلیم یافتہ لوگوں میں بلکہ تعلیم یافتہ ججوں۔ قانون دانوں۔ ڈاکٹروں، انجنیروں اور کاروباری لوگوں میں بھی بڑی اہمیت حاصل رہی ہے اور ان کا بھی ایمان اور عمل اسلام پر ہی رہا ہے۔

علاوہ ازیں مغرب میں یہ مفروضہ کارفرما رہا ہے۔ کہ مذہب اور سیاست کو الگ الگ رہنا چاہیئے یہ لادینی تصور ترقی اور جدیدیت سے متعلق ان نظریات کا بنیادی طور پر ایک اہم معاملہ ہے۔

مغرب کے عیسائیوں کا یہ تصور انجیل کی اس تعلیم پر مبنی ہے کہ "قیصر کو دو، جو قیصر کا حق ہے اور خدا کو دو

جو خدا کا حق ہے'' بہت سے لوگوں کی نظر میں کلیسا اور مملکت کی علیحدگی کا تصور اس عقیدے کا ایک منطقی نتیجہ ہے۔

قدرتی طور پر اس قسم کا موقف مذہب اور مملکت کے درمیان اس نامیاتی تعلق کا ادراک کرنے میں ایک رکاوٹ بن جاتا ہے جو اسلام کے روائتی کائناتی تصور میں ملتا ہے۔ اس طرح مغربی ذہن کے لئے اس عقیدے کو پوری طرح سمجھنا دشوار ہے۔ کہ اسلام ایک مکمل طرز حیات ہے۔

مسلمان حکومتوں کو سمجھنے اور مشورہ دینے کے سلسلے میں مغربی کوششوں کی راہ میں اس بنا پر اور بھی رکاوٹیں پیش آئیں کہ اس حقیقت کا لحاظ نہیں رکھا گیا کہ اسلام کے نظریہ کائنات میں جو عقائد و اقدار مضمر ہیں وہ سیاسی۔ اقتصادی اور معاشرتی ترقی کے نمونوں اور متعلق لوگوں کی تاریخوں کے درمیان ایک ایسے تعلق کے متقاضی ہیں جس کا عملی مظاہرہ کیا جا سکے۔ روایات پسندی اور جدیدیت کے درمیان ایک تسلسل کا ہونا ضروری ہے۔

مزید برآں مسلم ممالک کے مغربی انداز رکھنے والے ان زعما نے جنہوں نے مغرب کے نمونے پر ایک مملکت قائم کرنے کی کوشش کی۔ روایات کی قدر و قیمت کو خاطر خواہ حد تک تسلیم نہیں کیا۔ انہوں نے جن نمونوں پر بھروسہ کیا وہ ۲۰۰ سال کی مدت میں مغرب میں قائم ہوئے تھے اور مغرب کی تاریخ اور قدروں کی پیداوار تھے۔ لیکن اس کے باوجود ان پر کوئی تنقیدی نظر نہیں ڈالی گئی۔ اور انہیں جوں کا توں ان ثقافتوں میں اختیار کر لیا گیا جس کی اپنی تاریخ اور قدریں تھیں۔

اس کی وجہ سے بہت سے مسائل پیدا ہو گئے جیسی کہ صورت انسانی اعضا کی تبدیلی کی ہے اگر عضو دینے اور لینے والے کے درمیان کوئی مشترکہ عنصر نہ ہو تو اس بات کا خطرہ رہتا ہے کہ عضو لینے والا جسم عضو کو قبول نہیں کرے گا۔ اور اسے رد کر دے گا۔ اسی طور پر ہم اس وقت متعدد مسلمان ملکوں جہاں سیاسی نظاموں اور ان کی اہم نوعیت کی معاشرتی اقتصادی ضروریات پوری نہ کر پانے کے سلسلے میں مایوسی روز افزوں طور پر بڑھتی جا رہی ہے ثقافتی تسلسل کے اس مسئلہ کو کارفرما دیکھ رہے ہیں۔

بلاشبہ یہ احساس موجود ہے کہ مغرب کی کورانہ غیر تنقیدی تقلید نے معاشرتی اختلال اور اخلاقی انحطاط میں بڑا حصہ لیا ہے اس کی وجہ سے خود اپنی تاریخ اور ثقافت پر نظر میں ڈالنے کا رجحان بڑھ گیا ہے (شمالی افریقہ سے جنوبی افریقہ تک) دنیائے اسلام میں ایسا کرنے کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ وسیع ثقافتی فرق کے باوجود ان سب میں اسلام کا ایک مشترک عنصر موجود ہے چنانچہ خود اپنی تاریخ اور روایات پر مبنی ایک زیادہ مستند شخص کی جستجو کے نتیجے میں یہ مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ اسلام واپس لوٹا جائے۔

ان مملکتوں کو جو اپنے لئے اسلامیانے کی راہ کا انتخاب کرتی ہیں ایک بہت بڑے چیلنج کا سامنا کرنا پڑتا ہے

جدید اسلامی مملکتیں قائم کرنے کے عمل میں سیاسی اور اقتصادی نمونوں کا قیام بھی شامل ہے جس کی وجہ سے عمل درآمد کے سلسلہ میں بہت سے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس سلسلے میں جو بات ذہن میں رکھنی چاہیئے وہ یہ ہے کہ اسلامیانے کا عمل ایک ایسا عمل ہے جس کے لئے ایک طویل عبوری مدت کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ کوئی ایسی چیز نہیں جسے ایک رات کے اندر حاصل کیا جائے۔

اس لئے ہم اس وقت جو کچھ دیکھ رہے ہیں وہ ایک ایسے عمل کا آغاز ہے جسے بہت سے ضعف پہنچ سکتے ہیں۔ لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کی توقع رکھی جائے۔ اور اسے برداشت کیا جائے اگر اس سلسلے میں حد سے زیادہ تیز رفتاری اختیار کی جائے گی تو بھلائی سے زیادہ دشواری پیش آسکتی ہے۔ اگر مثال کے طور پر سیاسی۔ معاشرتی اور اقتصادی نظاموں میں کوئی تبدیلی اس کے مضمرات اور باقی ماندہ نظاموں کے ساتھ اس ہم آہنگی پر غور کئے بغیر کی گئی تو بڑا عدم توازن پیدا ہو جانے کا امکان ہے۔

اس لئے اس عبوری دور میں یہ بات بڑی اہمیت رکھتی ہے کہ مسلمان اپنی فکر کو مجتمع کرنے میں ایسے ماہروں کی جماعتیں تیار کریں جو اسلامی شعبوں کی بھی نمائندگی کر سکیں اور جن کا کام ایسے سیاسی اقتصادی نظام بنانا ہو جو جدید بھی ہوں اور اسلامی بھی۔

اسلامیانے کے سلسلے میں ایک مدت تک تجربے کرنے کی ضرورت پڑے گی۔ ان تجربوں میں جو بات مثبت ثابت ہوگی اسے اسلامی نظام میں شامل کیا جاسکتا ہے۔ اور جو بات ناقص ثابت ہوگی اسے مسترد کیا جاسکتا ہے اور یا پھر اس پر نظر ثانی کی جاسکتی ہے۔

اس سلسلے میں یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیئے۔ کہ ان مسلمان ملکوں کو جنہوں نے نوآبادیاتی دور سے نکل کر خود مختاری حاصل کی انہیں اس عبوری دور کو ختم کرنے میں صرف چند عشرے لگے۔ جسے ختم کرنے میں مغرب کو کئی صدیاں لگ گئیں اس وقت بھی مغربی دنیا کی کیفیت یہ ہے کہ اپنے بہت سے تسلیم شدہ مفروضوں پر از سر نو تنقیدی نظر ڈالتے ہیں۔

ایک بات یہ بھی ذہن میں رہے کہ جدید دور کے تقاضوں کے ضمن میں خود اپنے جواب مرتب کرتے ہوئے مسلمانوں کے پاس ایک مثال موجود ہے جس سے وہ بخوبی استفادہ کر سکتے ہیں یہ مثال اسلام کے ابتدائی تشکیلی دور کی ہے جب مسلم برادری نے قرآن اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں ملنے والے اصولوں اور قدروں کی روشنی میں اسلامی طرز حیات کی تشکیل کی تھی۔ اس کے نتیجے میں شریعت مرتب ہوئی جو ایک جامع ضابطہ حیات یعنی وہ مثالی زندگی پیش کرتی ہے جس کی جانب امت محرکات اور راہنمائی کے لیے دیکھ سکتی ہے۔ اس طرح عصر جدید کا کام یہ نظر آسکتا ہے کہ ابتدائی اسلامی تاریخ اور اسلام کے ماخذوں کی جانب لوٹا جائے۔ دوسرے الفاظ میں اسلامی برادری کو جو چیلنج درپیش ہے وہ یہ ہے کہ موجودہ مسلمان معاشروں کی ضروریات پوری کرنے کیلئے اسلامی قدروں کی تخلیقی انداز میں از سر نو تشریح کی جائے اور انہیں از سر نو نافذ کیا جائے۔

وضو قائم رکھنے کے لئے جوتے پہننا بہت
ضروری ہے ہر مسلمان کی کوشش
ہونی چاہیئے کہ اس کا وضو قائم رہے۔

سروس انڈسٹریز

پائیدار۔ دلکش۔ موزوں اور
واجبی نرخ پر جوتے بناتی
ہے

سروس شوز

قدم قدم حسین قدم قدم آرام

از قلم رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانویؒ

نظامِ حکومت سیکولر نہیں تو پھر کونسا مذہب؟

نظامِ حکومت کے بارے میں اس وقت نظریاتی طور پر دنیا دو بلاکوں میں تقسیم ہو چکی ہے۔ کہ حکومت کو مذہبی اور اخلاقی لائنوں پر چلنا چاہیئے یا دہریت اور لادینی ریاست کی بنیادوں پر استوار ہونا چاہیئے۔ صورت کے اعتبار سے وہ جمہوریت ہو یا ڈکٹیٹر شپ شخصی اقتدار کارفرما ہو یا عوام کے ہاتھ میں طاقت ہو۔ بہرحال یہ سوال اپنی جگہ باقی رہتا ہے۔ کہ حکومت کو لادینی بنایا جائے یا مذہبی دستور کا نفاذ ہو۔ اگر مذہبی حکومت ہو تو کس مذہب کی۔

کیا ہندو راج جنتا کے روگوں کا علاج ہے؟ یا عیسائی حکومت میں دنیا کی بھلائی ہے؟ جاپانیوں کا طریقہ حکومت صحیح تھا یا تبت کے بودھوں کا؟ اسرائیل کے پاس وقت کے مسائل کا حل ہے یا زردشت کے آتش پرست پیرو حکومت چلانے میں کامیابی حاصل کر سکتے ہیں یا مذہب اسلام کی حکومت (جس کے ماننے والے دنیا کی آبادی کا ایک تہائی حصہ ہیں) مخلوقِ خدا کی تکلیفوں کا علاج ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مذہب اور خدا کے نام پر ہر زمانہ میں مذہب کے اکثر با اقتدار لوگوں نے عوام کو چاہے ان کے ہم مذہب ہوں یا کسی دوسرے مذہب پر چلنے والے ہوں۔ اپنے مفاد و اغراض کے لئے نشانہ ظلم بنایا ہے۔ اس بنا پر بھی ایک جماعت نے مذہب کے خلاف محاذ قائم کیا ہے۔ جیسے کہ میں کہہ سکتا ہوں کہ بہت سے لوگ اسی بنا پر نفسِ مذہب سے متنفر ہو چکے ہیں۔ اور مجھے اس بات کو تسلیم کرنے سے بھی انکار نہیں ہے کہ مدعی مذاہب گروہ اور افراد کے انفرادی و اجتماعی مظالم کو بعض عیاش طبع انسانوں نے اپنی ہوس رانیوں کے لئے بہانہ بنایا ہے۔ اور پالیٹیشنوں نے طاقت حاصل کرنے کے لئے بطور حربہ کے استعمال کیا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ ان مخالفین مذاہب کے ہاتھ میں مذہب کے خلاف ہتھیار دینے والے مذہبی لوگ ہیں جنہوں نے مذہب کے نام سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے عوام پر طرح طرح کے مظالم و تشدد روا رکھے ہیں۔

ہمارے سامنے سیکولر اسٹیٹ کی ایک اصطلاح بھی آئی ہے۔ ماہرین نے اس کا لفظی ترجمہ "لادینی ریاست" کیا ہے۔ اور اس کی دو تعریفیں ہیں یا یوں کہیئے کہ دو طبقے اپنے اپنے نظریہ کے مطابق الگ الگ دو تعریفیں کرتے ہیں قطع نظر اس بات کے کہ وہ لوگ اس نظریہ پر اعتقاد بھی رکھتے ہیں یا نہیں۔ ایک تعریف یہ ہے کہ سیکولر اسٹیٹ میں تمام

مذاہب کو بالکل ختم کر دیا جائے گا۔ کسی مذہب کا کوئی نام لیوا نہ ہوگا۔ ریاست کے ہر فرد کی انفرادی و اجتماعی زندگی میں پارلیمنٹ کے قانون کا ہی دخل ہوگا۔ حکومت کا قانون ہی اس کا مذہب ہو سکتا ہے۔ اور بس!

دوسرا طبقہ یہ کہتا ہے کہ سیکولر اسٹیٹ کا یہ مطلب ہے کہ تمام مذاہب کے ماننے والوں کی ملی جلی مشترکہ حکومت ہو۔ لادینی ریاست کا مطلب یہ ہے کہ حکومت کا کوئی مذہب نہ ہو اور ہر مذہب کو ریاست میں پھلنے پھولنے کا موقعہ ملے۔ کسی شخص یا فرقہ کے انفرادی و مذہبی معاملات میں حکومت کو دخل دینے کا حق حاصل نہ ہو۔ ہر مذہب کے پرستار کو اس ریاست کے شہری حقوق حاصل ہوں بشرطیکہ وہ اس ملک کا باشندہ ہو۔ اس میں اکثریت و اقلیت کا کوئی سوال نہیں ہے۔ البتہ کسی ایسے عمل کی اجازت نہ ہوگی جس سے دوسرے کے مذہب پر حملہ کیا جائے۔

یہ نظریات جب سامنے آتے ہیں تو عقل پریشان ہو جاتی ہے۔ ہر نظریہ کا قائل دماغ کو متاثر کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن دل مطمئن نہیں ہوتا۔ مجھے ان پر بحث نہیں کرنا۔ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اسلام کے نزدیک حکومت کا مذہب کیا ہونا چاہیئے۔ اور اسلام کس حکومت کے مذہب کی تعریف کرتا ہے اور خود مسلمانوں کو جب حکومت کی باگ ڈور ان کے ہاتھ میں ہو کس مذہب کے قبول کرنے کی دعوت دیتا ہے وہ مذہب ہے "عدل و انصاف"

جس کے ذریعہ سے عوام کو راحت ہو اور ملک میں امن رہے۔ اس میں اقلیت و اکثریت کا کوئی سوال نہیں ہے۔ کوئی حاکم اور کوئی محکوم نہیں۔ کسی انسان کو منصب کی بنا پر نہ فوقیت حاصل ہو اور نہ کسی دوسرے کو اس کے حقوق سے محروم رکھا جا سکتا ہے۔ کسی کو اسلام کی بنا پر رعایت نہیں دی جا سکتی اور کسی پر غیر مسلم ہونے کی وجہ سے ظلم کی اجازت نہ ہوگی۔ قرآن مجید نصیحت ہی نہیں بلکہ حکم دیتا ہے

لا یجرمنکم شنان قوم علی ان لا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی کسی قوم کی دشمنی کے باعث انصاف کو ہرگز نہ چھوڑو۔ عدل کرو یہی بات زیادہ نزدیک ہے تقویٰ کے۔ لہٰذا مذہب و ملت کا امتیاز عدل کے راستہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتا۔ نسل اور ذات کی تمیز کی وجہ سے ظلم نہیں کیا جا سکتا۔ ذاتی دشمنی یا قومی مخاصمت کی بنا پر نا انصافی نہیں ہو سکتی۔ عدالت کے سامنے کوئی شخص نہ ہندو ہے نہ مسلمان۔ نہ یہودی نہ عیسائی۔ نہ آتش پرست اور نہ بدھ۔ ہے مظلوم کی دادرسی کی جاتے اور ظالم اپنے کیفر کردار کو پہنچے۔ نہ عرب کو عجم پر فضیلت ہے نہ عجم کو عرب پر ترجیح۔ انصاف کی نظر میں ایشیائی اور یورپین دو طرح کے انسان نہیں۔ کالے اور گورے کے لئے الگ الگ قانون نہ ہوں گے۔ کوئی حاکم اور کوئی محکوم نہیں۔ اس حکم کے بعد تنبیہہ کی ہے کہ دیکھو

واتقوا اللہ ان اللہ خبیر بما تعملون اگر اس کے خلاف ہوا اور حکم الٰہی پر عمل نہ کیا گیا تو اللہ کی سزا سے ڈرو۔ اگر اس دنیا میں مظلوم کی دادرسی نہ ہو سکی اور وہ اپنا حق حاصل نہ کر سکا۔ وقت کی حکومت نے اس کی مدد نہ کی۔ عدالت فیصلہ دینے میں سچائی سے ہٹ گئی تو یہ ممکن ہے کہ اس دنیا میں تمہیں کوئی کچھ نہ کہے ہو سکتا ہے کہ ہنگامی

اقتدار کی طاقت تمہیں مغرور کر دے۔ مگر مرنے کے بعد تم خدا کی گرفت میں ہو گے یقیناً اس واحد و قہار کی کچہری میں تم سے پرسش ہو گی۔ اس سخت دن تم کو ملزم کی حیثیت سے کٹہرے میں کھڑا ہونا پڑے گا۔

جب میزانِ عدل قائم ہو گی اور

من یعمل مثقال ذرۃٍ خیراً یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃٍ شراً یرہ

جس کسی نے ذرہ برابر بھلائی کی ہو گی اسے اس کی جزا ملے گی اور جس کسی نے ذرہ برابر برائی کی ہو گی اسے اس کا نتیجہ بھگتنا پڑے گا۔

یہی نہیں کہ اسلام اربابِ اقتدار سے حکومت میں انصاف اور عدالت سے عدل کے فیصلہ کا مطالبہ کرتا ہے۔ وہ عوام سے اپیل نہیں کرتا بلکہ حکم دیتا ہے کہ وہ کسی ظالم حکومت سے تعاون نہ کریں جس حکومت میں انصاف نہ ہو اس کے ساتھ کسی مسلمان نہیں بلکہ کسی انسان کو ہمدردی نہ ہونی چاہیئے۔ وہ کھلے الفاظ میں ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان " اور گناہ پر اور ظلم پر کسی کے مددگار نہ بنو" کا اعلان کرتا ہے۔ اسی بنا پر ترکِ موالات کی تحریک ہندوستان میں شروع کی گئی۔ یہی وجہ تھی کہ انگریزوں کو ملک سے نکالنے کے لئے ایجی ٹیشن ہوتے کہ انگریز سے ہندوستانیوں کو انصاف نہیں ملتا تھا۔ انگریز اور ہندوستانی کے لئے الگ الگ قانون تھے۔ کالے اور گورے کی تمیز تھی۔ عدل کا ذکر تک نہیں تھا ظلم و تشدد کا دور دورہ تھا۔ ظلم کے جواز کے لئے ہندوستانی ہونا کافی تھا۔ پس عوام کا فرض ہے کہ وہ حکومت کی طاقت اور ضبط و نظم کا اقتدار ان لوگوں کے سپرد کریں جو عدل قائم کریں۔ مظلوموں کی دادرسی کریں۔ حقیقت کو سمجھنے کی اہلیت رکھتے ہوں۔

ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامٰنٰت الیٰ اھلھا۔ بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم حقوق اور ذمہ داریاں ان لوگوں کے سپرد کرو جو ان کے اہل ہوں۔ وہ لوگ وہ ہیں جو معاملات کے فیصلہ میں خیانت نہ کرتے ہوں۔ اپنے فرائضِ عمل کو پوری دیانت داری سے ادا کریں۔ ہر بات میں امین ہوں۔ اور جو کام ان کے سپرد کئے جائیں۔ پوری ذمہ داری سے انہیں نبھائیں کسی کی رعایت یا کسی کا خوف ان کو صراطِ مستقیم سے نہ ہٹا سکے۔ ان لوگوں کے ہاتھ میں باگ ڈور دے دینی چاہیئے۔ یہ لوگ ہی خدا کی زمین پر خدا کے نائب ہیں۔ وہی خلیفۃ اللہ ہیں۔ ان صاحبِ اقتدار لوگوں کو ان کا فریضہ بتایا گیا ہے کہ جب مسندِ عدل پر بیٹھو جب تمہارے ہاتھ میں محکمہ قضا آجائے جب عوام تم کو حکم مان لیں یا حکومت حاکم مقرر کر دے تو تمہارا فیصلہ عدل و انصاف سے سرمو نیچا و زنہ ہو

واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل اور جب فیصلہ کرنے لگو لوگوں کے جھگڑوں کا تو فیصلہ انصاف سے کرو۔ اس آیت پر غور کرو۔ بین الناس کہا ہے۔ بین المسلمین نہیں کہا۔ خدا کی تمام مخلوق کے درمیان عدل و انصاف قائم رکھنے میں کوئی امتیاز نہیں۔ فریقین مسلم ہوں یا غیر مسلم۔ وہ اس ملک کا باشندہ ہو یا اجنبی۔ وہ غلام ہو یا آزاد۔ اعلیٰ ہو

یا ادنیٰ۔ اسلام کی نگاہ میں سب مساوی ہیں۔ تم اپنا فیصلہ انصاف کی بنیادوں پہ قائم کرو۔ انصاف کرو، انصاف کرو۔ وقت مصلحت، ذاتی مفاد اگر عدل سے ٹکراتا ہے تو اسے پس پشت ڈال دو۔ اگر عدل پر مبنی فیصلہ یا عادلوں کی حکومت تمہیں مفید معلوم نہ ہو تو یہ تمہاری غلط فہمی ہے۔ خدا کا حکم مانو۔ اسی کی نصیحت قبول کرو۔

ان اللہ نعما یعظکم بہ ان اللہ کان سمیعا بصیرا۔ بیشک اللہ تم کو اچھی نصیحت کرتا ہے۔ بیشک اللہ دیکھنے والا سننے والا ہے۔

وہ حکمتوں سے خوب واقف ہے۔ یاد رکھو کہ اس کا حکم ہی دنیا و آخرت کی بھلائیاں رکھتا ہے۔ اسی کی نصیحت بہتر ہے اسی میں فلاح ہے۔ تم حاکم ہو یا محکوم، مدعی ہو یا مدعا علیہ سوچ لو کہ خدا تعالیٰ اس فیصلہ کو اس کے نفاذ اور اس پہ عمل کو، حتیٰ کہ تمہاری نیتوں، تمہاری رائے زنی اور تقریظ و تبصرہ کو دیکھتا ہے۔ اور سنتا ہے۔ پس حاکم کا فرض یہ ہے کہ وہ عدل کی بنیادوں پہ فیصلہ کرے۔ اور پوری قوت کے ساتھ اس کے نفاذ کی کوشش کرے۔ مدعی اور مدعا علیہ بھی پوری اطاعت کے ساتھ فیصلہ پہ عمل کریں کیونکہ وہ سمیع و بصیر سنتا اور دیکھتا ہے کہ کون ہے جو ملک میں خدا کی زمین پہ امن قائم رکھتا ہے۔ اور عدل کو رواج دیتا ہے۔ انصاف کو چاہتا ہے یہی نہیں کہ عدل کے قیام کے لئے صرف حکومت وقت ہی مخاطب ہے۔ بلکہ عوام کو بھی حکم ہے انہیں بھی تنبیہہ کی گئی ہے کہ اگر حکومت عادلہ کے سامنے حقیقت واقعہ کو معلوم کرنے کے لئے مشکلات درپیش ہوں جیسے کہ پیش آیا کرتی ہیں۔ واقعات پہ پردہ ڈالا جاتا ہو تو خود میدان میں آؤ۔ عدالت کے کٹہرے میں چلے جاؤ جو کچھ بھی معلوم ہو صاف صاف کہہ دو۔ ضروری نہیں کہ عدالت سے تمہارے نام سمن جاری کئے جائیں۔ اگر تم اللہ پر اور یوم آخرت پہ ایمان رکھتے ہو تو

کونوا قوامین بالقسط شہداء للہ ولو علیٰ انفسکم او الوالدین والاقربین

اللہ کی طرف گواہی دو اور انصاف پہ سختی سے قائم رہنے والے بن جاؤ خواہ تمہاری رائے تمہارے ماں باپ کے یا تمہارے رشتہ داروں کے خلاف کیوں نہ ہو۔

اگر وقت پڑے کہ اگر تمہیں اپنی ذات کے خلاف، اپنے والدین اور اپنے رشتہ داروں کے خلاف شہادت دینی پڑے جب کہ عادل تمہارے مخالف کے حق میں فیصلہ دیتا ہو۔ انصاف تمہارے خلاف ہو تو سچی گواہی دو۔ خدا کا حکم ہے جو حق ہو اسے صاف ظاہر کرو۔ کسی عزیز قریب کا نقصان ہوتا ہو تو پرواہ نہ کرو۔ یہاں تک کہ جب تمہاری ذات کا معاملہ بھی پیش آئے تو سچ کہو۔ کیونکہ اس دنیا میں ایسے لوگ بھی مل جاتے ہیں جو دوسروں کے معاملہ میں سچ کہہ دیتے ہیں۔ مگر ان تنازعات میں جہاں ان کی ذات کو نقصان پہنچتا ہو وہ پہلو بچا لیتے ہیں۔ اور ان کمزور طبع بے وقوفوں کو بھی تنبیہہ کی جاتی ہے جو اپنی ذات کے لئے حق اور صاف بات کہہ کر نقصان برداشت کرتے ہیں مگر سوسائٹی کا خوف، برادری کا دباؤ غیروں کے معاملہ میں ان کی زبان بندی کر دیتا ہے۔

VALIKA
ولیکا
پاکستان کے صنعتی نقشہ میں
اُبھرنے والا سب سے پہلا نام
پاکستان کے صنعتی میدان میں سب سے
پہلے پروجیکٹ کی بنیاد رکھنے کا اعزاز ولیکا کو
حاصل ہے۔ ملک میں عظیم صنعتوں کے
قیام کے لئے ولیکا کی نمایاں کاوشیں،
قومی معیشت کی ترقی سے وابستہ اداروں کے لئے ہمیشہ
تقویت کا باعث رہی ہیں —
ولیکا وولن ملز
کمپنی لمیٹڈ
ORIENT

Adarts

CAR-3/79

مولانا اخلاق حسین قاسمی

مفتی اعظم مولانا کفایت اللہؒ کی قرآن فہمی

بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ مولانا احمد سعید صاحبؒ دہلوی کے ترجمہ قرآن میں حضرت مفتی اعظمؒ کی قرآن فہمی کا بڑا حصہ شامل ہے۔

مولانا احمد سعید کا طریقہ یہ تھا کہ جب کبھی قرآن کریم کا کوئی اہم فقرہ آتا تو وہ راقم اسطور کو مفتی صاحب کی خدمت میں بھیجتے یا مفتی صاحب خود تشریف لاتے تو مولانا مرحوم زیر غور آیات ان کے سامنے پیش کرتے۔ حضرت مفتی صاحب غور فرماتے اور اس کا مناسب ترجمہ املا کرا دیتے۔

راقم نے شروع شروع میں ان آیات پر نشان لگانے کا اہتمام کیا جن آیات کا ترجمہ مفتی صاحب کا ارشاد فرمودہ تھا۔ اگر راقم کو مولانا مرحوم کے ساتھ آخر تک ترجمہ کے کام میں رفاقت کی سعادت حاصل رہتی تو آج مفتی صاحب کے تراجم کی مکمل فہرست ہمارے سامنے موجود ہوتی۔

راقم نے سورہ بقرہ اور آل عمران کی جن آیات پر نشان لگایا تھا۔ ضروری ہے کہ وہ آیات مع ترجمہ کے علماء کرام کی خدمت میں پیش کر دی جائیں اور تاریخ انہیں محفوظ کرے۔

یہ ضرورت بندہ کو اس لئے پیش آئی کہ مولانا مرحوم نے اپنے ترجمہ میں حضرت مفتی صاحب کی اس گہری رہنمائی کا کہیں ذکر کرنا ضروری نہیں سمجھا۔ صرف ناشر کی طرف سے اجمالی تذکرہ کیا گیا ہے۔ علاوہ اس کے یہ سطریں اس لئے بھی تحریر کی جا رہی ہیں کہ مولانا مرحوم کے ترجمہ کشف الرحمان کو عام مسلمانوں کے اندر پھیلانے کے لئے امت کے اصحاب خیر کھڑے ہوں۔ مولانا کا ترجمہ دو جلدوں میں شائع ہوا ہے۔ کیونکہ مولانا کے حواشی بہت تفصیلی ہیں اور عوام کے لئے بہت مفید ہیں۔ مگر عام مسلمانوں کے لئے دو جلدوں کا خریدنا آسان نہیں ہے۔ مرحوم مولانا محمد سعید صاحب نے اپنے والد مرحوم سے کہا تھا کہ آپ تفسیری حواشی الگ شائع کریں اور ترجمہ کو ایک جلد میں رہنے دیں۔ مولانا مرحوم نے فرمایا تھا پہلی بار تو اسی طرح شائع ہونے دو بعد میں دیکھا جائے گا۔ مولانا محمد سعید صاحب خدا کو پیارے ہو گئے انہیں کتابوں کی اشاعت کا بڑا سلیقہ تھا۔ اب سنا ہے کہ مولانا مرحوم کے عزیزوں کے باہمی اختلاف کی وجہ سے ہندوستان کے اندر اس کا چھپنا مشکل ہو رہا ہے۔ پاکستان میں کچھ حضرات نے اسے چھاپا ہے لیکن

ان کے سامنے بھی یہی سوال ہے کہ اس ترجمہ کو عام مسلمانوں کے اندر پہنچایا جائے۔
ناشرین نے مولانا تھانوی کے ترجمہ کو بیان القرآن کے خلاصہ کے ساتھ شائع کر کے اسے عوام میں پہنچانے کی بڑی مبارک کوشش کی ہے۔
ایسی صورت میں اگر مولانا احمد سعید صاحب کا ترجمہ تفسیری خلاصے کے ساتھ شائع ہو جائے تو یہ ترجمہ عوام میں بہت مقبول ہو۔
اب اسے کون کرے؟ بڑے سرمایہ کا کام ہے۔ خدا ہی اس کی کوئی صورت پیدا کرے گا بہرحال مولانا احمد سعید صاحب کے ترجمہ میں حضرت مفتی صاحب کی قرآن فہمی کا جو حصہ شامل ہے راقم ان کا خلاصہ پیش کرنا چاہتا ہے تاکہ حضرت مفتی صاحب کی فقہی اور حدیثی صلاحیت کے ساتھ امت کو یہ بھی معلوم ہو جائے کہ مرحوم کو خدا تعالیٰ نے قرآن فہمی کی بھی اعلیٰ قابلیت عطا فرمائی تھی۔
یہ بھی واضح رہے کہ کفایت المفتی جلد دوم میں تفسیر کے بعض اہم سوالات پر حضرت مفتی صاحب کی جو تحقیق نقل کی گئی ہے اس سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ مفتی صاحب قبلہ قرآن فہمی کی اعلیٰ صلاحیت کے مالک تھے۔ اگرچہ زندگی کا پورا حصہ حدیث وفقہ کی تعلیم میں گذرا۔
<u>پہلی آیت</u> حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ماں حضرت مریم صدیقہ کے پاس ان کے خاص حجرہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے کھانے پینے کا خاص سامان آیا کرتا تھا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ سردیوں کے موسم میں گرمیوں کے پھل اور گرمیوں میں سردیوں کا میوہ اور پھل فروٹ حضرت مریم کے پاس آتا تھا۔ حضرت مریم کے مربی اور نگران حضرت زکریا پیغمبر جب اپنی بھانجی مریم کے پاس ان کی خاص عبادت گاہ میں آکر یہ پھل فروٹ دیکھتے تو انہیں تعجب ہوتا۔
چنانچہ ایک روز وہ پوچھ بیٹھے۔

قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّى لَكِ هَٰذَا ۔ قَالَتْ	اے مریم! تمہارے پاس یہ کہاں سے آیا؟ بولیں
هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۔ إِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ	یہ خدا تعالیٰ کے پاس سے آیا ہے بیشک
مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ آل عمران ۳۷	خدا تعالیٰ رزق دیتا ہے جس کو چاہے بے قیاس

مفتی صاحب مولانا احمد سعید صاحب کے دولت خانہ پر تشریف لائے اور مولانا مرحوم نے اس آیت کے آخری فقرہ کا ترجمہ پوچھا۔
مفتی صاحب نے دوسرے تراجم سنے اور پھر اس کا ترجمہ حسب ذیل ادا کرایا۔
"یقیناً اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بے سان وگمان رزق پہنچاتا ہے"
کشف الرحمان میں یہی ترجمہ کیا گیا ہے۔

مفتی صاحب نے شاہ عبدالقادر صاحبؒ کے "بے قیاس" ترجمہ کو اردو محاورہ میں ڈھالا ہے۔ "بے سان و گمان" کا محاورہ اردو والے کثرت سے استعمال کرتے ہیں۔

فارسی والوں نے بغیر حساب کا ترجمہ بے شمار کیا ہے۔ شاہ رفیع الدین صاحب۔ ڈپٹی نذیر احمد صاحب۔ مولانا آزاد اور مولانا ابوالاعلیٰ صاحب ان تمام اردو مترجمین نے "بے حساب" ترجمہ کیا ہے۔ ان حضرات کو شاہ رفیع الدین صاحب کا لفظ پسند آیا ہے۔

حضرت شاہ صاحب نے خاص طور پر اس جگہ "بے قیاس" ترجمہ کیوں کیا ہے۔

شاہ صاحب کے سامنے مفسرین کی یہ تشریح ہے۔ صاحب جلالین نے اس آیت کی تفسیر میں "بلا تبعة" لکھا ہے یعنی بغیر نتیجہ عمل کے۔ اور حاشیہ پر صاوی کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بلا حق اور بلا محنت کے روزی دیتا ہے۔ (جلالین صفحہ ۵)

حضرت مریم کے قصہ میں یہی صورت حال پیش آئی۔ حضرت مریم گوشہ نشین تھیں۔ نہ محنت نہ مزدوری۔ عبادت خانہ میں بیٹھے بٹھائے خدا تعالیٰ انہیں روزی بھیج رہا تھا۔ یہ بے قیاس روزی تھی۔ بے حساب یعنی بے شمار روزی نہیں تھی۔

مولانا تھانویؒ نے بھی اس لفظ کا ترجمہ سب سے الگ "بے استحقاق" کیا ہے۔ اور تفسیر میں "بے مشقت" کا لفظ بھی بڑھا دیا ہے۔ مولانا تھانوی نے بھی موقعہ و محل کی رعایت رکھی ہے۔

مفتی صاحب مرحوم نے "بے سان و گمان" اردو کا عام محاورہ استعمال کرکے مراد قرآن کو بڑی اچھی طرح واضح فرمایا ہے:۔

یہ فقرہ (البقرہ ۲۱۲، آل عمران ۲۷، اور النور ۳۷)

میں بھی آیا ہے۔ اور ان تینوں جگہ "بغیر حساب" سے رزق و روزی کی کثرت ہی مراد ہے۔

زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَ يَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝	دنیا کی زندگی منکرین کی نگاہ میں محبوب و پسندیدہ بنادی گئی ہے۔ اور وہ ایمان والوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔ حالانکہ پرہیزگار لوگ قیامت کے دن ان منکرین سے بلند مرتبہ ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بے شمار روزی عطا کرتا ہے۔

مطلب یہ کہ یہ منکرین سامان دنیا کی کثرت پہ اتراتے ہیں۔ حالانکہ یہ اترانے کی کوئی چیز نہیں۔

یہاں شاہ ولی اللہؒ نے "بے شمار" کے بعد" یعنی بسیار" کے لفظ سے تشریح بھی کر دی ہے۔
ڈپٹی صاحب اپنے "بے حساب" لفظ پر قائم ہیں۔ تینوں جگہ یہی لفظ لاتے ہیں۔ مولانا تھانوی نے اس جگہ" بے اندازہ" لکھا ہے۔ یہ لفظ بھی بے شمار ہی کا مفہوم ادا کرتا ہے۔
مولانا آزاد اور مودودی صاحب نے بھی ڈپٹی صاحب کے "بے حساب" کو پسند کیا ہے۔ البقرہ اور النور دونوں جگہ "بے شمار" کا لفظ ہے۔

النور کی آیت حسب ذیل ہے:۔

لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَ	ان ڈرانے والوں کو خدا تعالیٰ ان کے اعمال کا
يَزِيْدَهُمْ مِنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ	بہترین بدلہ عطا فرمائے گا اور اپنے فضل و کرم
مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝	سے اور زیادہ دے گا اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا
	ہے بے حساب دیتا ہے۔

اس آیت کا تعلق چونکہ آخرت کے فضل و کرم اور اجر و ثواب سے ہے اس لئے ڈپٹی نذیر احمد صاحب نے یہ ترجمہ کیا ہے جو اوپر راقم نے تحریر کیا ہے۔ "یرزق" کا ترجمہ روزی دیتا ہے نہیں کیا۔ حالاں کہ اگلے بزرگ فارسی والے اور دونوں بھائی "رزق دیتا ہے" اور" روزی دیتا ہے" ترجمہ کر رہے ہیں۔
رزق و روزی کے الفاظ عام طور پر چونکہ کھانے پینے پر بولے جاتے ہیں اس لئے ڈپٹی صاحب نے اور ان کی پیروی میں مولانا تھانوی اور مولانا مودودی دونوں نے ان الفاظ کو چھوڑ دیا ہے۔
شاہ صاحب نے اس پر نظر رکھی کہ قرآن نے دنیا کے کھانے پینے اور آخرت کے اجر و ثواب دونوں پر رزق کا اطلاق کیا ہے۔ انفال آیت ۴ میں لھم درجات عند ربھم ومغفرۃ ورزق کریم کہا گیا ہے۔
تیسری آیت: تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝
اس سے پہلے قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تؤتی الملک من تشاء فرمایا ہے اس کے بعد فرماتے ہیں اس طرح پکارو
" اے خدا! تو رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور زندہ کو مردہ سے۔ اور جس کو چاہے بے حساب روزی عطا فرماتا ہے۔
اس جگہ مولانا اصلاحی نے روزی کا ترجمہ سب سے الگ کیا ہے۔
" اور تو جس پر چاہتا ہے اپنا بے حساب فضل کرتا ہے"

رزق روحانی | ابھی حال میں تدبر قرآن سے مولانا امین احسن صاحب اصلاحی کی ایک نہایت عمدہ اردو تفسیر شائع ہوئی ہے۔ اصلاحی صاحب نے جمہور علماء سے الگ "رزق" سے علم وفضل اور روحانی کمال مراد لیا ہے اور یہ ترجمہ فرمایا ہے۔

"بے شک اللہ جس پر چاہے بے حساب فضل فرماتا ہے۔" (۶۸۰)

اصلاحی صاحب مشہور مفسر قرآن مولانا حمید الدین صاحب فراہی کے مایۂ ناز شاگرد ہیں۔

مولانا نے جمہور سے الگ یہ راہ حضرات تابعین کے کسی نادر قول کی بنا پر اختیار کی ہے۔ یا موصوف کے استاد کا اجتہاد ہے، یہ بات تفسیر سے معلوم نہیں ہوسکی۔

عقلیت پسند مفسرین میں مولانا ابوالکلام آزاد کو بہت شہرت حاصل ہے مگر مولانا نے بھی اس جگہ جمہور کی تاویل کو اختیار کیا ہے۔ اور مولانا ابوالاعلیٰ صاحب بھی جمہور کے ساتھ چلے ہیں۔ حالانکہ مودودی صاحب پر بھی علماء سلف کے خلاف چلنے کا بڑا بھاری الزام لگایا جاتا ہے۔

بقیہ صنا

کی چار سو افراد پر مشتمل فوج اور چھ سو ٹینک تھے۔ تین گھنٹوں کی مسلسل جنگ کے بعد ایک سو روسی مارے گئے اور پانچ مجاہد زخمی ہوئے۔ دوسرے دن پھر روسیوں نے حملہ کیا۔ نتیجہ میں ۲۵ روسی کیفر کردار کو پہنچے اور پانچ مجاہد شہید اور نو زخمی ہوئے۔

چالیس افراد پر مشتمل مجاہدین نے روسی کاروان جو اسلحہ اور رسد لے جارہا تھا پر حملہ کر دیا۔ تقریباً دو گھنٹے تک جنگ جاری رہی اس دوران روسیوں کے تین ٹینک اور اسلحہ سے بھری ہوئی چار گاڑیاں جلادی گئیں۔ پچیس روسی ہلاک ہوئے اور مجاہدین میں سے صرف ایک مجاہد عبدالباری جان نے جام شہادت نوش کیا۔

مجاہدین کے ایک سو ساٹھ افراد نے تین سو سرباز وں پر حملہ کر دیا۔ اولسوالی (تحصیل) اور عنداب میں یہ "سرباز" رہائش پذیر تھے۔ چار گھنٹے تک یہ جنگ جاری رہی۔ ۳۵ روسی ہلاک ہوئے اور صرف ایک مجاہد زخمی ہوا۔

اسی طرح قندھار سے چھ کلومیٹر پر صرف پچیس مجاہدین نے روس کے ایک بہت بڑے دستہ کے ساتھ تین گھنٹے تک لڑائی جاری رہی۔ روسی فوج کی تعداد معلوم نہ ہوسکی۔ البتہ ایک سو ٹینک میدان میں موجود تھے جن میں سے ایک جلادیا گیا۔ اس جنگ میں تین مجاہدین نے جام شہادت نوش کیا۔ روسیوں کی اموات کی تعداد معلوم نہ ہوسکی۔

(مرتب حافظ محمد ابراہیم فانی مدرس دارالعلوم حقانیہ)

اعلیٰ بناوٹ
دلکش وضع
دل فریب رنگ کا
حسین امتزاج
دنیا کے مشہور

SANFORIZED

REGISTERED TRADE MARK

سنفورائزڈ پارچہ جات
سکڑنے سے محفوظ

۲۰ ایس سے ۸۰ ایس کی سوت کی

اعلیٰ بناوٹ

گل احمد ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ

ستار چیمبرز
۲۹- ویسٹ وارف کراچی

تار کا پتہ:- آباد ملز

ٹیلیفون
۲۳۳۹۱۲ ، ۲۳۸۷۰۵
۲۲۵۵۳۱

مولانا ابوالبیان صاحب ۔ پشاور یونیورسٹی

حسب المفتین

ایک فقہی مخطوطہ

مصنف

قاضی ابوالمعالی البخاری

قاضی ابوالمعالی دسویں صدی ہجری میں گزرے ہیں ۔ عالم کبیر اور فقیہ زمان تھے ۔ کبار فقہائے حنفیہ میں سے تھے ۔ فروع واصول میں یکتائے روزگار تھے ۔ فقہ حنفی میں یدطولیٰ رکھتے تھے ۔ بقول مولانا رحمان علی : " او در فقہ چنان دستگاہی داشت کہ اگر بالفرض والتقدیر جمیع کتب فقہ از عالم برافتادے ۔ از سر نومی توانست نوشت [1] " وہ علم فقہ پر اتنا عبور رکھتے تھے کہ اگر بالفرض والتقدیر فقہ حنفی کی تمام کتابیں دنیا سے اٹھالی جائیں تو وہ از سر نو لکھ سکتے ہیں ۔

مولانا سید عبدالحی حسن لکھنوی آپ کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں ۔ " فقہ پر انہیں اس درجہ عبور حاصل تھا کہ اس موضوع سے متعلق " حسب المفتی " کے نام سے انہوں نے ایک مبسوط ومفصل کتاب لکھی جو تقریباً ساٹھ جلدوں پر مشتمل ہے ۔ اور اس کا ایک نسخہ خدابخش لائبریری (پٹنہ) میں موجود ہے ۔ " [2]

یہ نامور عالم اور فقیہ توران کے رہنے والے تھے ۹۶۹ھ میں برصغیر پاک وہند تشریف لائے اور آگرہ میں سکونت پذیر ہوئے ۔ وہاں درس وتدریس میں مشغول ہوگئے ۔ ان کے شاگردوں میں اکبری عہد کے مشہور مورخ وعالم ملا عبدالقادر بدایونی مصنف منتخب التواریخ بھی شامل تھے ۔ [3]

عبدالقادر بدایونی قاضی ابوالمعالی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ عزیز بخارا کے داماد ۔ شاگرد اور خلیفہ تھے ۔ فقہ پر عبور رکھتے تھے ۔ کہ اگر فقہ حنفی کی تمام کتابیں دنیا سے اٹھالی جائیں ۔ تو وہ از سر نو ان سب کو لکھوا دیتے ۔

ان کے زمانے میں منطق اور علم جدل کا خوب چرچا تھا جسکی وجہ سے اختلافات اور لڑائی جھگڑوں کا بازار ہر وقت گرم رہتا تھا ۔ انہوں نے حاکم وقت عبداللہ خان [4] کو آمادہ کیا کہ ان دونوں فنوں پر پابندی لگادے ۔ چنانچہ بہت سے طلباء

---

[1] تذکرہ علمائے ہند ۔ ص ۶ [2] نزہۃ الخواطر ج ۴ ۔ ص ۱۶ [3] فقہائے ہند ج ۳ ۔ ص ۱۰۸

[4] عبداللہ خان ۹۴۰ھ میں پیدا ہوا ۔ باپ کا نام اسکندر خان تھا ۔ بائیس ۲۲ برس کی عمر میں بخارا پر قبضہ کیا ۔ اپنے باپ اسکندر خان کو تخت پر بٹھایا ۔ لیکن سلطنت کا نظام خود چلاتا تھا ۔ (تاریخ بخارا از ارمینس ویمبرے ۔ مترجم نفیس الدین احمد)

جلاوطن کئے گئے۔

اس کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ اس وقت کے علمائے منطق آپ کے خلاف ہوگئے، اور حاکم وقت کی نظر سے گرانے کے، درپے ہوگئے۔ انہوں نے یہ بات مشہور کر دی۔ کہ قاضی صاحب کا مسلک یہ ہے کہ کاغذ کے کسی ٹکڑے پر اگر لفظ منطق مکتوب ہو تو اس ٹکڑے سے استنجا کرنے میں کوئی حرج نہیں [1]

مولانا محمد حسین آزاد نے دربار اکبری میں شیخ عبدالقادر بدایونی امام اکبر شاہ کے عنوان کے تحت قاضی ابوالمعالی کا تذکرہ کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: قاضی ابوالمعالی کو جب عبداللہ خان ازبک نے جلاوطن کیا تو وہ آگرہ آئے جلاوطنی کا قصہ یوں بیان کیا ہے کہ جس وقت علم منطق توران پہنچا۔ تو لوگ بڑے شوق سے اسکی طرف متوجہ ہوئے، اور ایسے متوجہ ہوئے۔ کہ سب فلسفی فیلسوف بن گئے۔ یہاں تک کہ جب کسی نیک اور صالح بزرگ کو دیکھتے۔ تو اس کا مذاق اڑاتے اور کہتے تھے: "گدھا ہے گدھا" جب اور لوگ منع کرتے تھے تو جواب دیتے تھے کہ ہم دلیل منطقی سے ثابت کرتے ہیں۔ دیکھو ظاہر ہے کہ یہ لاحیوان ہے۔ اور حیوان عام ہے انسان خاص ہے۔ جب حیوانیت اس میں نہیں تو انسانیت جو کہ اس سے خاص ہے۔ وہ بھی نہیں، پھر گدھا نہیں تو کیا ہے۔ جب اس قسم کی باتوں سے حالات خراب ہوگئیں۔ تو بعض علماء نے فتویٰ لکھ کر عبداللہ خان کے سامنے پیش کیا جسکی وجہ سے منطق کا پڑھنا پڑھانا حرام ہوگیا۔ اس میں قاضی ابوالمعالی، ملا عصام، ملا مرزا جان اور بہت سے لوگ بدعقیدہ ہوکر وہاں سے شہر بدر کر دیئے گئے۔ محمد اسحاق بھٹی نے لکھا ہے کہ یہ روایت غلط ہے۔ خصوصاً قاضی ابوالعالی کے بارے میں اس لئے کہ اول تو وہ خود بڑے فقیہ تھے۔ اور دوم یہ کہ وہ خود اہل منطق کے سخت مخالف تھے۔ انہوں نے تو عبداللہ خان کو منطق پہ پابندی لگانے کا مشورہ دیا تھا۔ ان کی جلاوطنی کی اصل وجہ علمائے منطق کی مخالفت تھی [2]

مسائل فقہ پر مشتمل ان کی تصنیف حسب المفتی ہے۔ جسکے نسخے بانکی پور، رام پور، قاہرہ، اور انڈیا آفس لندن کی لائبریریوں میں موجود ہیں۔ [3]

مخطوطہ کی کیفیت | یہ مخطوطہ عربی زبان میں ہے، بعض اوقات مسئلہ کی تشریح بزبان فارسی کرتا ہے۔ فقہ حنفی کے نقطۂ نظر سے مرتب کیا گیا ہے۔ میرے سامنے اسلامیہ کالج پشاور لائبریری کا مخطوطہ ہے۔ جو خزانۃ الکتب میں موجود ہے ۴۹۳ اس کا نمبر ہے۔ ۳۰ × ۲۰ س۔م سائز کے چار سو نشانات اوراق کو محیط ہے۔ ہر صفحہ بائیس ۲۲ سطور پر مشتمل ہے۔ تاریخ کتابت شوال ۱۰۷۴ھ ہے۔ کاتب کا نام مرقوم نہیں۔ نہایت ہی واضح الفاظ میں لکھا گیا ہے آسانی

---

[1] منتخب التواریخ۔ ص ۳۲۹۔ ۳۳۰ [2] فقہائے ہند۔ ج ۳۔ ص ۱۱۰

[3] عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ۔ ص ۳۰۱ نیز اس میں آپ کا نام قاضی عبدالمعالی بن خواجہ البخاری مشہور بہ قاضی عبدالمعالی آیا ہے۔

سے پڑھا جاسکتا ہے۔ خاکی رنگ کا موٹا کاغذ استعمال کیا ہے۔ اکثر صفحوں پر حواشی بھی ہیں، جن میں مسئلوں کی تشریح ہے۔ بعض جگہ مسئلہ کے لئے حاشیہ پر عنوان بھی دیا ہے۔ اگر کہیں لفظ کی غلطی آگئی ہے۔ تو اس پر نشان ڈال کر حاشیہ میں صحیح لفظ لکھا ہے۔ ابتداء اور انتہا میں چند اوراق خالی چھوڑے ہیں۔ دو گول مہر ابتداء اور دو گول مہر انتہاء میں مثبت ہیں۔ ابتداء میں جو دو مہر ہیں ان میں سے ایک پر سیاہی پھیل گئی ہے جس کی وجہ سے پڑھا نہیں جاسکتا۔ دوسرے کے اندر لکھا ہے۔ "خادم اہل دین سلیمان" اور اس کے ساتھ فارسی زبان میں لکھا ہے: "الاول حسب المفتی شروع کردہ شد ۱۰۹۴ھ" آخر میں جو دو مہر ہیں ان میں سے بھی ایک تو پڑھا نہیں جاسکتا۔ اور دوسرے میں لکھا ہے: "خادم اہل دین سلیمان" اور اس کے ساتھ ہی فارسی زبان میں لکھا ہے۔ "بتاریخ ۲۷ رمضان المبارک ۱۱۰۶ھ درسرائے اکوڑہ من ید الضعیف بفرزندی محمد محتشم تحریر یافت بوی بخشیدہ شد۔" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سلیمان اکوڑہ خٹک تحصیل نوشہرہ ضلع پشاور کا کوئی عالم تھا جس نے اپنے بیٹے محمد محتشم کے لئے اس کو نقل کیا ہے۔ مخطوطہ کے اندر تیمناً بذکرہ الاعلیٰ۔ بکثرت آیا ہے۔ یہ ایک قسم کی استفتا ہے۔ اور جواب بھی اسی میں دیا ہے۔ مثال کے طور پر "تیمناً بذکرہ الاعلیٰ درآنچہ زید را در ذمہ خالد مبلغ کذا دین است وخالد غیر از مسکن واشیائے لابدیہ خود کروار این درختاں وگاؤ ومرکب کذا وارد چیزی دیگر ندارد۔ زید خالد را میگوید کہ ازیں اشیاء فروشد واداء دین مذکور زید کند۔ خالد ازیں اشیاء نمیفروشد واداء دین مذکور نمیکند بشریعت رسد قاضی نافذ الحکم راکہ بالتماس زید خالد را تکلیف کند و فرماید کہ ایں اشیاء فروشد واداء دین زید از ثمن آں بکند۔ اگر خالد ہیچ چیزی ازیں اشیاء نفروشد واداء دین زید نکند بالتماس زید قاضی خالد را حبس کند کہ در شرع معتبر است تاکہ ازیں اشیاء فروشد واداء دین زید بکند بشرائط یا نے رسد۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ترجمہ:۔ زید کا خالد کے ذمہ کچھ قرضہ ہے۔ خالد کے پاس سوائے مکان، اشیائے ضروریہ، درخت اور جانور کے کچھ نہیں۔ زید خالد سے کہتا ہے کہ ان میں بیچ ڈالو اور میرا قرضہ ادا کرو۔ خالد اس کے لئے تیار نہیں۔ زید نے عدالت میں مقدمہ دائر کیا۔ قاضی کو چاہئے کہ وہ خالد کو مذکورہ اشیاء میں سے کچھ بیچنے پر مجبور کر دے۔ تاکہ قرضہ ادا ہو سکے۔ اگر خالد انکار کریں۔ تو قاضی اس کو جیل میں ڈال دے۔ یہاں تک کہ وہ ان چیزوں میں سے بیچ ڈالے اور قرضہ ادا کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فہرست مضامین | اس مخطوطہ میں پچاس مقامات وہ ہیں جہاں سے عنوان "کتاب" کے لفظ سے شروع ہوتا ہے۔ مثلاً کتاب الصلوٰۃ، کتاب الاجارۃ، کتاب الدعویٰ، کتاب الاقرار وغیرہ۔ نیز اس میں آٹھ فصلیں ہیں جو ترتیب عام فقہا کی ہے۔ وہی ترتیب انہوں نے بھی اختیار کی ہے۔ کتاب الطہارت سے شروع کیا ہے۔ اور آخر میں کتاب الوصیۃ مذکور ہے۔

انتساب مصنف نے اپنی اس کتاب کو ابوالغازی پیر محمد بہادر خان کامران بادشاہ غازی کی طرف منسوب کیا ہے۔ پیر محمد خان شیبانی خاندان میں گزرے ہیں۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ کا مقالہ نگار شیبانی خاندان کا تعارف اس طرح کرتا ہے:

"شیبانی چنگیز خان کا پوتا تھا۔ چنگیز خان نے شیبان اور باتو خان پر اعزازات کا انبار لگایا تھا۔ ابوالغازی کے قول کے مطابق باتو نے اپنے بھائی شیبان کو وہ علاقہ عطا کیا جو اس کے اپنے علاقے اور اس کے سب سے بڑے بھائی اوردہ اچین کے ملک کے درمیان واقع تھا۔ ارغیز اور یورال کے پہاڑوں کے درمیان کی اور یائیق دریا کے ساتھ ساتھ کی زمینیں بطور مصیف کے دی گئیں۔ اور سیر دریا کی اراضی اور چو اور صاری صو کے زیریں اطراف کی زمستانی اقامت گاہ کے طور پر ملیں۔ ابوالغازی مزید لکھتا ہے کہ شیبان کے گھرانے میں کئی پشتوں تک سلطنت باپ سے بیٹے کو باقاعدہ ملتی رہی شہزادگان متعلقہ کے نام بہادر جوچی۔ بغہ۔ بدقل۔ منگ تیمور اور فولاد۔ فولاد کی موت کے بعد سلطنت اس کے دو بیٹوں ابراہیم اور عرب شاہ کے درمیان بٹ گئی۔ تاہم یہ دونوں اکٹھے ان دونوں بھائیوں کے لئے جو ماوراء النہر اور خوارزم کے بعد کے فرمانرواؤں کے مورث اعلیٰ ہیں۔ ازبک ایک لفظ عیلی عرب استعمال کرتے تھے اور جن لوگوں پر ان دونوں بھائیوں کی اولاد کی حکمرانی تھی وہ اپنے آپ کو ازبک کہتے۔ ازبکوں نے ماوراء النہر کو محمد شاہ بخت یا شاہی بیگ کے زیر قیادت سر کیا جو بطور شاعر شیبانی کے مشہور ہے۔

شیبانی ابوالخیر کا پوتا تھا۔ ۹۰۵ھ یا ۹۰۶ھ میں شیبانی نے دارالحکومت سمرقند پر قبضہ جما لیا۔ شیبانی ایران کی جدید سلطنت کے بانی شاہ اسماعیل صفوی کے ہاتھوں ۹۱۶ھ میں مارا گیا۔ تو بابر ایک قلیل سے لئے تیموریوں کی حکومت کو بحال کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن دو سال کے بعد یعنی ۹۱۸ھ میں شکست کے بعد اسے بخارا اور سمرقند کو چھوڑنا پڑا۔ اور بقول لین پول کے شیبانی کی موت کے بعد ماوراء النہر شیبانی بیٹے کو نہیں بلکہ ابوالخیر کے گھرانے کے دوسرے شہزادوں کو ملا۔ چند مزید معلومات جو سمرقند میں شیبانیوں کے کتبوں سے لی گئی ہیں۔ اس خاندان میں سب سے بڑے اور اہم فرمانروا عبداللہ بن اسکندر گزرے ہیں ایشیا کے تمام ماخذ ماوراء النہر کا آخری تاجدار عبدالمؤمن کو بتلاتے ہیں جو عبداللہ کے فرزند اور جانشین تھے۔ اسکندر منشی کی تاریخ عالم آرائے عباسی میں پیر محمد نامی ایک شخص کو عبدالمؤمن کا جانشین بتایا گیا ہے۔ یہ پیر محمد بلیا اور جانی بیگ کا پوتا تھا۔ پیر محمد کو باقی محمد نے جو جدید خاندان (استرخان) کا بانی ہوا۔ ۱۰۰۱ھ میں قتل کر دیا لین پول نے شیبانی خاندان کی جو فہرست دی ہے۔ اس میں پیر محمد کو آخری حکمران بتلایا ہے۔"[1]

---

[1] اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۱۱ ص ۸۳۶ سے ۸۳۸ تک۔ ۲۔ ایضاً ج ۱۲ ص ۱۷۷

قاضی صاحب نے اپنے مخطوطہ کو جس پیر محمد خان کے نام منسوب کیا ہے۔ وہ پیر محمد اوّل ہے جس نے سنہ ۹۶۳ھ
سے ۹۶۸ھ تک حکومت کی ہے۔ یہ جانی بیگ کا بیٹا اور عبداللہ دوم کا چچا تھا۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ کا مقالہ نگار
ـتا ہے کہ ۱۵۶۱ء میں عبداللہ خان بن اسکندر نے اپنے چچا پیر محمد خان کو معزول کر دیا۔ اور اپنے باپ اسکندر
سارے ازبکوں کا خان بنانے کا اعلان کیا۔[۱]

قاضی صاحب اس مخطوطہ کے لکھنے سے ۹۷۴ھ میں فارغ ہوا۔ جیسا کہ دیباچہ میں مذکور ہے۔

دیباچہ | بن الخاقان بن الخاقان ابو الغازی پیرمحمد بہادرخان کامران بادشاہ غازی
مد الله ملكه وسلطانه وافاض على العلمين بره واحسانه. ولا يخفى على المستفيدين
نه قبل ان خط هذا الكتاب ثانيا انتشر هذا الكتاب. فالمامول من المستفيدين وغيرهم انه
ن وقع فيه ان تقدم وتاخر او تكرارا و وقع بعضها في غير موقعه او غيرها لايلوموني لانّ
بعض الاخوان اضطربوا وكتبوا قبل ما اخطى هذا على وجه الكمال. ولا يخفى ايضاً ان بعض
هذه النسخة كتبت في المكة المعظمة وبعضها في المدينة المشرفة زادهما الله تعالى تشريفاً
وتكريماً وبعضها في غيرهما. ولا يخفى انه اتممتها في المكة المعظمة المكرمة في داخل
لمسجد الحرام حال كوني متوجهاً الى الكعبة المعظمة زادها الله تعالى تكريماً وتعظيماً ومتفكراً
في تسميتها باسم. فبعد لحظة هتف هاتف وقال وي را حسب المفتي نام كنيد الحق ان
هذا الاسم موافق للمسمى لانه قلما كانت مسئلة غائبة عنه الّا ما كانت نادرة او غير معمول
بها. وايضاً المامول من المستفيدين ان لا ينسوني في دعائهم المستجاب انه خير مجيب.
تحريراً في شهر شوال سنه ۹۷۴ھ. في المكة المشرفة.

ترجمہ: — اللہ پاک ابوالمغازی پیر محمد خان کی سلطنت و بادشاہت قائم و دائم رکھے۔ اور لوگوں پر آپ کے
احسانات اور نیکیوں کا فیض جاری رکھے۔ قارئین سے یہ بات مخفی نہیں کہ اس مخطوطہ کو دوبارہ لکھنے سے قبل یہ لوگوں کے ہاتھوں
پہنچ چکا تھا۔ اس لئے ان کی خدمت میں درخواست ہے کہ اگر اس میں تقدیم یا تاخیر یا تکرار پایا جائے تو مجھے معذور
سمجھے کہ بعض احباب نہایت بے چینی سے اس کا انتظار کر رہے تھے۔ اور دوسری بات یہ کہ اس کے بعض حصے مکہ معظمہ
میں اور بعض حصے مدینہ منورہ میں لکھے گئے ہیں۔ اور الحمد للہ میں نے اس کو مکہ معظمہ میں ختم کر دیا۔ جبکہ میں مسجد حرام ہی
میں مقیم تھا۔ اور اس کا نام حسب المفتی رکھا۔ اور یہ نام اس لئے رکھا کہ میں مکہ معظمہ میں مسجد حرام کے اندر بیٹھا تھا۔
عین بیت اللہ شریف کیطرف متوجہ تھا۔ اور یہ سوچ رہا تھا کہ اس کا نام کیا رکھوں کہ اتنے میں غیب سے آواز آئی
کہ اس کا نام حسب المفتی رکھو۔ درحقیقت یہ نام ہی بہت موزوں تھا۔ اس لئے کہ اس میں نادر اور غیر معمول بہا مسئلہ

کے باقی تمام مسئلے پائے جاتے ہیں۔ میں تمام قارئین کی خدمت میں التجا کرتا ہوں کہ مجھے اپنے دعوات صالحہ میں فراموش نہ کریں۔ انہ خیر مجیب ۔ شوال سنہ ۹۷۴ھ مکہ معظمہ میں لکھا گیا۔

ماخذ :۔ اس مخطوطہ میں فقہ حنفی کے جن ماخذ کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں :

۱۔ القنیہ :۔ اصل نام قنیة المنیہ ہے۔ مصنّف کا نام ہے نجم الدین مختار بن محمود الزاہدی المتوفی سنہ ۶۵۸ھ ۔

۲۔ النصاب :۔ کتاب النصاب اور خزینة الواقعات شیخ طاہر بن احمد بن عبدالرشید البخاری المتوفی سنہ ۵۴۲ھ نے فقہ کی دو مبسوط کتابیں لکھی تھیں ۔ خلاصة الفتاوٰی کے نام سے ان کا اختصار لکھا جس کا اکثر فقہ کی کتابوں میں حوالہ آتا ہے۔

۳۔ الکافی :۔ مصنّف، عبداللہ ابن احمد بن محمود ابوالبرکات حافظ الدین النسفی المتوفی سنہ ۷۱۰ھ ۔ الکافی ان کی دوسری تصنیف الوافی کی شرح ہے۔

۴۔ العیون :۔ نصر بن محمد بن ابراہیم ابو اللیث سمرقندی مشہور بامام الہدٰی المتوفی سنہ ۳۹۳ھ دیگر تصانیف النوازل الفتاوٰی ۔ خزانة الفقہ وغیرہ ۔

۵۔ الروضة :۔ یحیٰ بن علی بن عبداللہ الزاہد الزندوستی ۔ صاحب الکشف نے ان کے نام میں حسین کا اضافہ کیا ہے۔ اور نام یہ تبلایا ہے حسین بن یحیٰ پہلے روضة کا نام روضة الذاکرین تھا۔ پھر نام دیا روضة العلماء تاریخ وفات کا پتہ نہیں لگ سکا۔

۶۔ الملتقط :۔ امام ناصر الدین بن یوسف ابو القاسم الشہید الحسینی المتوفی سنہ ۵۵۶ھ دیگر تصانیف ۔ النافع ۔ خلاصة المفتی ۔ کتاب الاخصاف ۔ مصابیح السبل وغیرہ ۔

۷۔ نصاب الاحتساب :۔ کشف الظنون میں اس کا مصنّف عمر بن محمد بن عوض الشامی بتلایا گیا ہے لیکن اخبار الاصفیاء میں اسکو قاضی ضیاء الدین سنامی کی تصنیف بتایا گیا ہے ۔ اسلامیہ کالج پشاور کی لائبریری میں موجود ہے ۔

۸۔ المجمع :۔ احمد بن علی بن ثعلب مظفر الدین المعروف بابن الساعاتی المتوفی سنہ ۶۹۴ھ

۹۔ التجرید :۔ رکن الاسلام والدین ابو الفضل الکرمانی المتوفی سنہ ۵۴۳ھ تین جلدوں میں اسکی شرح ہے۔ آپ کے شاگرد عبدالغفور بن لقمان الکردری نے بھی اسکی شرح لکھی ہے ۔

۱۰۔ الکفایہ :۔ شیخ الاسلام برہان الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر بن عبدالجلیل الفرغانی المرغینانی سنہ ۵۹۳ھ نے فقہ میں ایک مختصر سا رسالہ بدایة المبتدی کے نام سے تصنیف کیا۔ بعد میں اسی کتاب کی ایک مفصل شرح کفایة المنتہی کے نام سے تحریر کی جو اسی جلدوں پر مشتمل ہے۔ کہا جاتا ہے کہ مصر کے کتب خانہ میں اس کا قلمی نسخہ موجود ہے ۔ ان کی دیگر تصانیف یہ ہیں ۔ کتاب مجموع النوازل ۔ کتاب التجنیس المزید ۔ کتاب فی الفرائض

کتاب المنتقی، مناسک الحج۔ الهدایہ۔ وغیرہ۔

۱۱۔ المحیط :۔ محمد بن محمد بن محمد الملقب برضی الدین السرخسی المتوفی ۵۴۴ھ مولانا عبدالحی صاحب نے فیروزآبادی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ رضی الدین نے چار تصانیف میں محیط کو لکھا ہے۔ کبیر چالیس جلدوں میں متوسط بارہ جلدوں میں۔ صغیر چار جلدوں میں اور چوتھا دو جلدوں میں یہ محیط مصر، شام اور روم میں موجود ہے۔ صاحب کشف الظنون نے محیط سرخسی کو دس جلدوں میں بتلایا ہے۔ ایک اور محیط المحیط البرہانی فی فقہ النعمانی، برہان الدین محمود بن تاج الدین احمد بن الصدر السعید برہان الائمہ عبدالعزیز بن عمر بن مازہ البخاری الحنفی کی تصنیف ہے۔ اس کا ایک نسخہ گڑھی افغانان ضلع اٹک میں موجود ہے۔ الذخیرہ اس کا اختصار ہے۔

۱۲۔ النظم فی الفتاوٰی :۔ عبداللہ بن عمر بن عیسیٰ القاضی ابوزید الدبوسی المتوفی ۴۳۰ھ۔ دبوسیہ سمرقند میں ایک گاؤں ہے۔

۱۳۔ فتاوٰی صدر الاسلام :۔ محمد بن محمد بن عبدالکریم بن موسٰی ابوالیسر صدر الاسلام البزدوی المتوفی ۴۹۳ھ

۱۴۔ مختار الفتاوٰی :۔ صاحب کشف الظنون نے اس کا مصنف علی بن ابی بکر المرغینانی بتلایا ہے۔ لیکن دیباچہ میں محمد بن احمد بن محمد الساکی ہے۔ بروکلمان نے الساکی کی بجائے الساکنی لکھا ہے۔ اس کے نسخے انڈیا آفس لائبریری رام پور اور اسلامیہ کالج پشاور میں موجود ہیں۔

۱۵۔ جواہر الفتاوٰی :۔ محمد بن عبدالرشید بن نصر بن محمد بن ابراہیم بن اسحاق ابوبکر رکن الدین الکرمانی۔ آپ کی ایک اور تصنیف ہے۔ "حیرۃ الفقہاء"

۱۶۔ فتاوٰی ظہیریہ :۔ ظہیر الدین ابوبکر محمد بن احمد البخاری المتوفی ۶۱۹ھ۔ ان کی ایک اور تصنیف "الفوائد" ہے۔ جو الفوائد الظہیریہ کے نام سے مشہور ہے۔

۱۷۔ فتاوٰی البقالی :۔ محمد بن ابی القاسم البقالی الخوارزمی المتوفی ۵۷۶ھ۔

۱۸۔ فتاوٰی عتابیہ :۔ احمد بن محمد بن عمر زین الدین ابونصر العتابی المتوفی ۵۸۶ھ

۱۹۔ فتاوٰی الولید :۔ محمد بن الولید ابوعلی السمرقندی۔ یہ ابوعبداللہ الدامغانی کا ہمعصر تھا۔ دامغانی ۴۷۸ھ میں فوت ہوئے ہیں۔

۲۰۔ المبسوط :۔ شمس الائمہ ابوبکر محمد بن ابی سہل السرخسی ۴۹۰ھ کے لگ بھگ فوت ہوئے ہیں۔ مولانا عبدالحی صاحب نے طبقات القاری کے حوالہ سے سال وفات ۴۸۳ھ دیا ہے۔

ان کے علاوہ مختصر الوقایہ۔ فتح القدیر۔ کتاب الزیادات۔ مختصر الخزانہ۔ شرح المختصر۔ شرح الجامع الکبیر۔ الفوائد الجامع۔ شرح الزاہدی۔ شرح القنادی۔ کنز العباد۔ فصول۔ فتاوٰی قاضی خان۔ فتاوٰی رشید الدین۔ خزانۃ المفتین۔

اور جامع الصغیر للتمرتاشی کے حوالے بھی مذکور ہیں۔

اعلامِ فقہ | جن فقہاء کے نام اور ان کے اقوال مخطوطہ میں ذکر کئے گئے ہیں۔ ان میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ عبداللہ بن مبارک المتوفی ۱۸۱ھ۔ ابراہیم النخعی المتوفی ۹۵ھ۔ ابوجعفر الطحاوی الازدی المتوفی ۳۲۱ھ۔

۲۔ ابوالحسن الکرخی المتوفی ۳۴۰ھ۔ امام ابوشجاع السمرقندی ۴۷۵ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ تاریخ وفات کا پتہ نہیں۔

۳۔ شمس الائمہ الحلوانی المتوفی ۴۴۹ھ۔ ابومحمد حسام الدین شہید بہ صدر الشہید المتوفی ۵۳۶ھ۔ ابوجعفر الفقیہ البلخی الہندوانی المتوفی ۳۶۲ھ۔

۴۔ شیخ الاسلام البزدوی المتوفی ۴۸۲ھ۔ ان کے علاوہ امام علاء الدین سمرقندی۔ امام فخر الدین بن المفتی سجستانی۔ امام فخر الدین الکرنی۔ ابوسلیمان الجرجانی۔ امام ابوبکر طرخان۔ محمد بن ابراہیم المیدانی۔ امام ابوبکر محمد بن الفضل اور امام ابوحفص السفکردری کے اقوال اور آراء بھی ذکر کئے ہیں۔

چند ایک مسئلے | ۱۔ بنو ہاشم کو زکوٰۃ کا مال دیا جاسکتا ہے۔ یا نہیں۔ اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

تیمناً بذکرہ الاعلیٰ۔ دریں مسئلہ کہ دریں زمان جائز است دادن زکوٰۃ بسادات شرعاً بشرائط یا نیست والله اعلم۔ وذکر فی شرح الہدایہ والمضمرات روی ابوعصمۃ البخاری عن ابی حنیفۃ فی زماننا یجوز دفع الزکاۃ الی بنی ہاشم لتبدل الحال وھو انعدام العوض۔ وذکر فی مختار الفتاویٰ یجوز دفع الزکوٰۃ الی بنی ہاشم۔

(موجودہ دور میں سادات کو زکوٰۃ کا مال دینا جائز ہے۔ ابوعصمہ ابوحنیفہؒ سے روایت کرتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں بنو ہاشم کو زکوٰۃ کا مال دیا جاسکتا ہے۔ بایں وجہ کہ حالت بدل گئی ہے۔ ان کی اعانت اور مدد کی کوئی اور صورت باقی نہ رہی اور مختار الفتاویٰ میں بھی آیا ہے کہ بنو ہاشم کو زکوٰۃ کا مال دیا جاسکتا ہے۔)

۲۔ مسافر کا صدقہ فطر۔ اس کے بارے میں لکھا ہے:

المسافر یعطی صدقۃ الفطر حیث ھو ولایکتب الی اھلہ فیفطرون عن انفسھم فان اعطی عنھم فی موضعہ جاز ذکر فی الملتقط وفی جواہر الفتاویٰ۔

(مسافر جہاں ہے۔ وہاں صدقہ فطر دے۔ اور اپنے گھر والوں کو نہ لکھے وہ اپنی طرف سے صدقہ فطر ادا کریں۔ اگر اس نے ان کی طرف سے صدقہ فطر دے دیا تو جائز ہے۔) الملتقط۔ جواہر الفتاویٰ۔

واللہ اعلم بالصواب۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

ابوالبیان اسسٹنٹ پروفیسر زرعی فیکلٹی پشاور یونیورسٹی۔

کتابیات

۱۔ تذکرہ علمائے ہند۔ مولانا رحمان علی صاحب ۲۔ نزہۃ الخواطر۔ سید عبدالحی حسنی لکھنوی۔

(باقی ص ۵۳ پر)

اچھّا قالین خوشی اور اطمینان کی ضمانت!

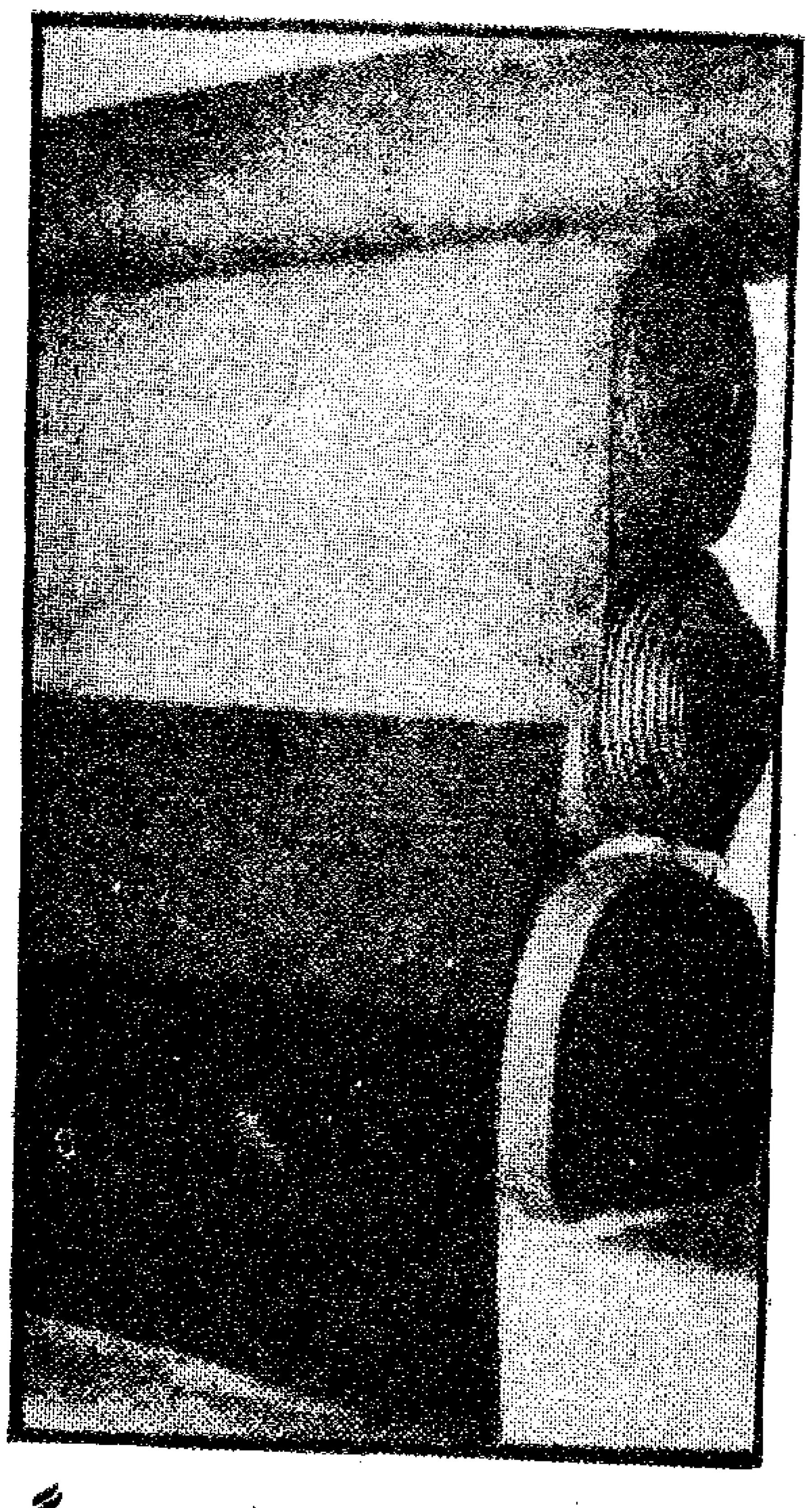

سادہ وِلٹن قالین

قائدآباد وُولن ملز لمیٹڈ کے بنے ہوئے سادے وِلٹن قالین دیرپا، نرم اور آرام دہ ہوتے ہیں۔ پکے اور خوشنما رنگوں میں دستیاب۔

باذوق گھرانوں، دفتروں، اعلیٰ ہوٹلوں سب جگہ حد درجہ مقبول۔ قیمت کے لحاظ سے یہ مشین سے بنے ہوئے قالین بے مثال ہیں۔

قائدآباد وُولن مِلز لمیٹڈ

پی۔ آئی۔ ڈی۔ سی کا ایک ادارہ

ADGROUP

۷۸۶

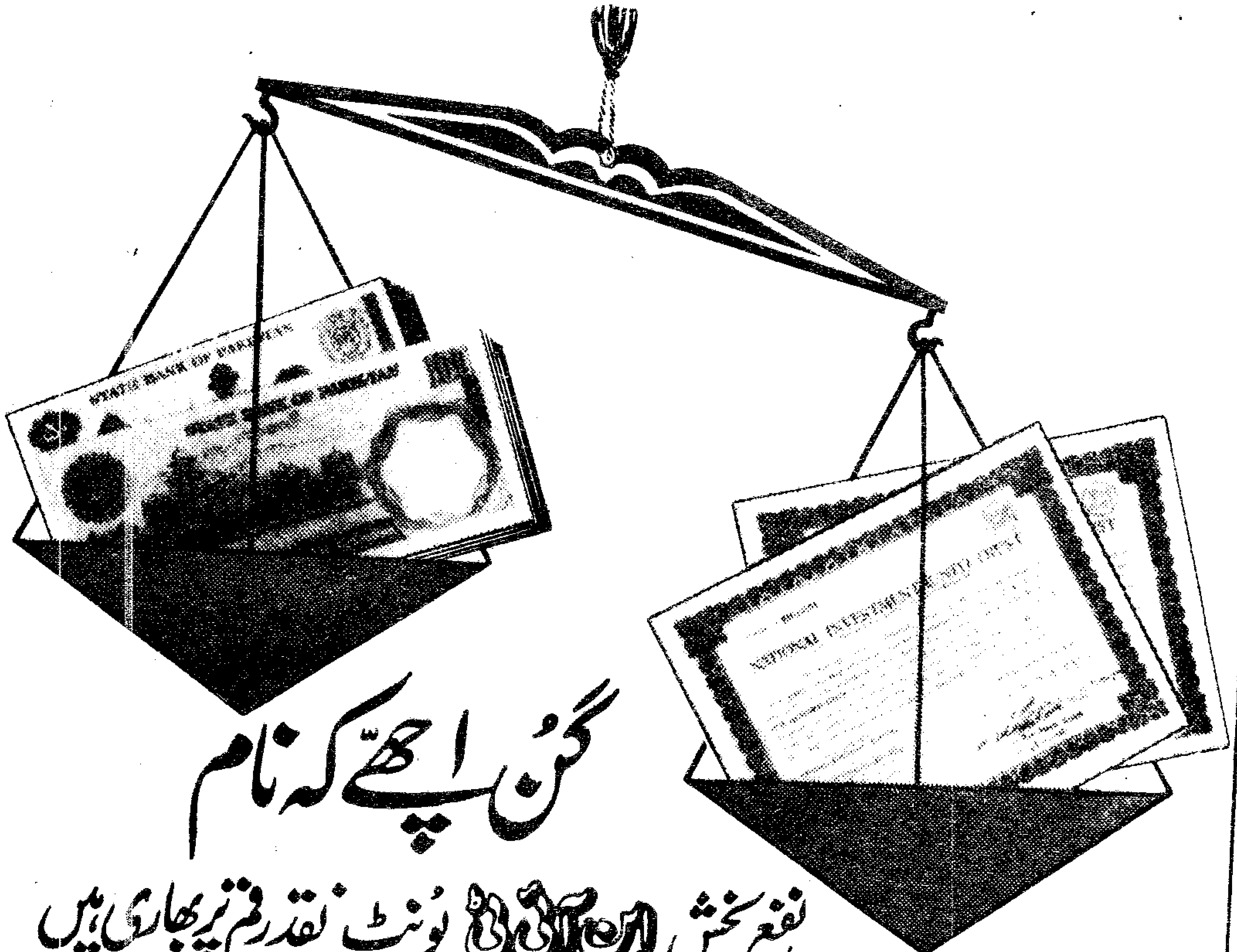

گن اچھے کہ نام

نفع بخش این آئی ٹی یونٹ نقد رقم پر بھاری ہیں

مالیتِ زر وقت کے ساتھ گھٹتی ہی ہے۔ نقد رقم بیجا خرچ بھی ہو سکتی ہے اور ضائع بھی،

- این آئی ٹی یونٹ خرید کر اپنے ملک کے پھلتے پھولتے صنعتی کاروباری اداروں کے مجموعی منافع میں حصہ بٹائیں
- این آئی ٹی کے اثاثہ جات کی مالیت میں اضافہ سے آپ کے سرمایہ میں بھی اضافہ ہوگا۔
- این آئی ٹی کے منافع کی شرح گزشتہ برسوں میں بڑھتی ہی رہی ہے اور انشاء اللہ آئندہ بھی بڑھے گی۔
- این آئی ٹی بیئرر یونٹ خریدنے کے لئے کسی لکھا پڑھی یا نام پتہ کی بھی ضرورت نہیں۔

گھر میں بے مصرف جمع پونجی کو اپنی اور ملک و ملت کی بہبود اور ترقی کے لئے بروئے کار لائیے

این آئی ٹی — اسلامی معیشت کو اپنائیے

نیشنل انوسٹمنٹ ٹرسٹ لمیٹڈ

کراچی ۲۲۲۰۵۶-۵۹ • لاہور ۶۷۴۵۸-۶۸۱۳۴
راولپنڈی ۶۷۲۱۷ ، اسلام آباد ۲۸۷۱۱ ، پشاور ۷۳۸۴۸ ، کوئٹہ ۴۱۳۰۴
حیدرآباد ۳۱۶۹۳ ، ملتان ۷۵۲۱۵ ، فیصل آباد ۲۷۸۵۶
میرپور (آزاد کشمیر) ۲۲۳۷

?/10-80

United

مولانا محمد منظور نعمانی

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی سوانح علمی کا ایک ورق

مکہ مکرمہ کی تاریخی مؤتمر (۱۳۴۴ھ) میں خطابات اور علمی افادات

راقم سطور دارالعلوم دیوبند میں ایک طالب علم کی حیثیت سے شوال ۱۳۴۳ھ میں داخل ہوا تھا۔ اس سے چند ہی مہینے پہلے نجد کے سلطان عبدالعزیز ابن سعود نے اس وقت کے والیٔ حجاز شریف حسینؓ کو شکست دے کر حرمین شریفین اور پورے حجاز مقدس پر اقتدار حاصل کر لیا تھا اور اپنے مسلک کے مطابق کچھ شرعی منکرات کو ختم کرنے کے لئے سخت اقدامات کئے تھے۔ اس سلسلہ میں مکہ معظمہ کے قبرستان جنت المعلیٰ اور مدینہ منورہ کی جنت البقیع میں امہات المومنین۔ اہلبیت اور بعض صحابہ کرام کی قبروں پر بنے ہوئے قبے بھی گرا کر ختم کر دئے تھے جس کی وجہ سے مختلف ملکوں کے مسلمانوں کے بعض طبقات میں سلطان اور اس کی حکومت کے خلاف سخت ناراضی اور ہیجان کی کیفیت پیدا ہو گئی تھی اور ہندوستان میں تو شیعہ حضرات اور قبوری اہل بدعت کا ایک متحدہ محاذ قائم ہو گیا تھا۔ اور زور شور سے یہ تحریک اور جدوجہد بھی اس کی طرف سے شروع ہو گئی تھی کہ جب تک حرمین شریفین پر ان نجدی وہابیوں کا قبضہ ہے مسلمان حج کو نہ جائیں۔ بعض اخبارات اس تحریک کے گویا آرگن تھے۔ ان کے مضامین و مقالات کے علاوہ اس موضوع پر مستقل رسالے بھی لکھے گئے۔

ان حالات اور فضا میں سلطان عبدالعزیز نے ۱۳۴۴ھ کے حج کے موقع پر ایک موتمر منعقد کرنے کا فیصلہ کیا اور مختلف ممالک کے مشاہیر علماء و زعماء اور اہم دینی جماعتوں کو اس کے لئے دعوت دی۔ وہ چاہتے تھے

لہ یہ شریف حسین سلطنت عثمانیہ (ترکی) کی طرف سے حجاز کے گورنر تھے۔ پہلی جنگ عظیم کے دوران انگریزوں کی سازش سے غداری اور بغاوت کر کے حجاز مقدس کے فرماں روا بن گئے تھے۔

کہ عالم اسلام کے ان نمائندوں کے سامنے اپنے مسلک و موقف اور اپنی حکومت کی پالیسی کی وضاحت کریں۔ اور ان کے مشوروں سے فائدہ بھی اٹھائیں۔

ہندوستان میں اس وقت مسلمانوں کی دو ہی اہم جماعتیں تھیں ایک "مرکزی خلافت کمیٹی" (بمبئی) اور دوسری "جمعیۃ العلمائے ہند" (دہلی) شاہ ابن سعود کی طرف سے ان دونوں کو دعوت دی گئی اور دونوں کے وفود نے شرکت کی۔ خلافت کمیٹی کے وفد کے سربراہ مولانا سید سلیمان ندوی تھے۔ ان کے علاوہ مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی بھی تھے۔ جمعیۃ کے وفد کے سربراہ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ تھے۔ ان کے علاوہ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی۔ مولانا احمد سعید صاحب اور مولانا عبدالحلیم صدیقی بھی تھے۔

اس سفر سے واپسی میں حضرت مولانا عثمانی مریض ہو گئے۔ راقم سطور اس وقت دارالعلوم دیوبند میں دورۂ حدیث کا طالب علم تھا۔ اچھی طرح یاد ہے کہ مولانا جب دیوبند پہنچے تو بیماری کے اثر سے بہت ہی نحیف و نزار تھے۔ کچھ دن بعد جب اس لائق ہو گئے کہ تقریر فرما سکیں تو ایک روز سفر اور موتمر کے کوائف و مباحث سے متعلق دارالعلوم میں تقریر فرمائی۔ جس کے کچھ اجزا اس عاجز کو اب تک یاد ہیں۔ جی چاہتا تھا کہ وہ باتیں اور علمی تحقیقات کہیں محفوظ اور منضبط ہوتیں۔ جو حضرت مولانا نے اس تقریر میں بیان فرمائی تھیں۔ لیکن بظاہر اس کا کوئی امکان نہ تھا اس لئے دل کی یہ چاہت حسرت ہی بن کے رہ گئی۔

حسن اتفاق سے دارالعلوم دیوبند کے اپنے ایک رفیق درس مولانا انوار الحسن شیرکوٹی (ثم پاکستانی) کی لکھی ہوئی حضرت مولانا عثمانی کی سوانح حیات "تجلیات عثمانی" مطالعہ میں آئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت مولانا نے حجاز پاک کے اس سفر میں جو موتمر میں شرکت کے لئے گیا تھا ڈائری لکھنے کا اہتمام فرمایا تھا۔ اور خود مولانا کے قلم سے لکھی ہوئی وہ ڈائری ان کے برادر حقیقی بابو فضل حق عثمانی صاحب کے پاس محفوظ تھی۔ وہ انہوں نے مولانا انوار الحسن صاحب کو عنایت فرمائی۔ تاکہ "تجلیات عثمانی" کی تالیف میں وہ اس سے استفادہ کر سکیں۔

اس ڈائری میں حضرت مولانا نے سلطان ابن سعود کی مجالس اور موتمر کے اجلاسوں میں کی گئی اپنی تقریروں کے بنیادی مضامین خاص طور سے قلم بند فرمائے۔

مولانا شیرکوٹی نے اس کے وہ تمام حصے "تجلیات عثمانی" میں محفوظ کر دیئے جن کا حق تھا کہ وہ محفوظ ہوں اور اہل علم تک پہنچیں۔

"تجلیات عثمانی" چونکہ پاکستان میں لکھی گئی اور وہیں چھپی اس لئے یہ عاجز بھی مدت تک اس سے بے خبر رہا۔ اب سے کچھ ہی پہلے اس کے مطالعہ کا موقعہ ملا۔ اسی سے اخذ کر کے حضرت مولانا عثمانی کی اس خود نوشت ڈائری کے اہم اقتباسات پیش کئے جا رہے ہیں۔ امید ہے کہ خاص کر حضرات اہل علم اس کو قابل قدر تحفہ سمجھ کر قبول

فرمائیں گے اور اس کے مطالعہ سے محفوظ و مستفید ہوں گے۔

اس تمہید کے بعد ناظرین کرام حضرت مولانا کی ڈائری کے اقتباسات ملاحظہ فرمائیے۔

(مطالعہ کے وقت یہ ملحوظ رہے کہ حضرت مولانا نے یہ ڈائری صرف یادداشت کے طور پر لکھی تھی۔ اس لئے بہت سی جگہ صرف اشارات کئے گئے ہیں جن کو اہل علم ہی سمجھ سکیں گے۔ اور اسی وجہ سے شخصیتوں کے اکثر نام ہی لکھنے پر اکتفا کیا گیا ہے۔ اگر اشاعت کی نیت سے تحریر فرماتے تو یہ انداز نہ ہوتا)

سلطان ابن سعود سے پہلی ملاقات اور گفتگو ۴ ار ذی الحجہ کو سید رشید رضا مصری[۵] ہمارے ہاں بغرض ملاقات آئے اور ساڑھے تین بجے عربی ٹائم سے دونوں وفدوں کو موٹروں پر سوار کر کے امیر ابن سعود کے پاس لے گئے۔ امیر کے نمائندوں نے دروازہ پر استقبال کیا۔ امیر ابن سعود نے سب سے پہلے کھڑے ہو کر مصافحہ کیا۔ اور دعائیہ کلمات کہتے رہے۔ پھر رسمی الفاظ شکریہ وغیرہ کے کئے۔ پھر سید سلیمان صاحب نے تقریر کی جس میں زیادہ تر زور اس پر تھا کہ ہم عرب سے اجانب اغیار کا اثر ہٹانا چاہتے ہیں۔

درمیان میں شوکت علی محمد علی صاحبان کی کچھ ترجمانی کرتے رہے۔

بعدہٗ مولوی عبدالحلیم صدیقی نے کچھ تقریر کی۔ بعدہٗ بندہ نے ایک مبسوط تقریر کی جس میں ان کے مکارم اخلاق اور اکرام ضیف (مہماں نوازی) کو بیان کر کے اپنی جماعت، دیوبند اور اپنے مسلک اور مشغلہ کی پوری بصیرت کے ساتھ تصریح کر کے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع پر زور دیا اور اس پر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ میں ہر چیز ہے۔ اور یہ کتاب و سنت کا استعمال اور سنن کے مظان و محال (مواقع) رائے و اجتہاد کی محتاج ہے۔

ایک طرف زینب سے نکاح ہے اور دوسری طرف لولا حدثان قومك بالجاهلية (الحدیث)

ایک طرف جاهد الكفار و المنافقين و اغلظ عليهم (کفار اور منافقین سے جہاد کیجئے اور ان سے سختی کیجئے) دوسری طرف فبما رحمة من الله لنت لهم (اللہ کی رحمت سے آپ ان کے لئے نرم ہو گئے) اور قصہ جنازہ عبداللہ بن ابی کا ـــ تو تغلیظ اور لین (سختی اور نرمی) کے محال (مواقع) سمجھنے میں غلطی ہو جاتی ہے ـــ اختلاف بہت سے ہیں۔ اختلاف بين الايمان و الكفر۔ اختلاف بين النفاق والاخلاص ـــ اختلاف بين السنة والبدعة اختلاف بين الطاعة۔ اختلاف بين فروع الاحكام، و ہذا ہو الذی ہو رحمۃ للامۃ ـــ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

---

[۵] یہ سید رشید رضا مرحوم مصر کے مشہور و ممتاز صاحب علم و قلم اور اس دور کے سوقر جریدے "المنار" کے ایڈیٹر تھے۔ سلطان ابن سعود کے معتمد اور ان کے اور ان کی حکومت کے خاص مویدین میں تھے۔

کا معاملہ ہر صنف کے ساتھ جداگانہ تھا۔

باوجودیکہ واغلظ علیہم کے آپ مخاطب تھے لیکن خشیۃ ان یقول الناس ان محمداً یقتل اصحابہ

بھی موجود ہے۔

اختلاف فروع مثلاً رفع یدین، قرأت فاتحہ، تامین بالجہر۔ صحابہ، تابعین خیر القرون اور ائمہ مجتہدین میں رہا

ہم ان چیزوں میں رواداری برتتے ہیں۔

بعدہٗ امیر (ابن سعود) نے تقریر کی جس میں یہ تھا کہ اختلاف فروع اور ائمہ اربعہ کے اختلافات میں ہم شدت نہیں کرتے۔ لیکن اصل توحید جس کی دعوت تمام انبیاء دیتے چلے آئے اور تمسک بالکتاب والسنہ سے کوئی چیز ہم کو الگ نہیں کر سکتی۔ خواہ دنیا راضی ہو یا ناراض۔ یہود و نصاریٰ مشرکین کو ہم کیوں کافر کہتے ہیں۔ کہ وہ غیر اللہ کی پرستش کرتے ہیں۔ لیکن یہ بھی کہتے ہیں کہ ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللّٰہ زلفی اور انا وجدنا اباءنا علی امۃ و انا علی اثارھم مقتدون سے غرض اشارہ کئے عبّاد قبور (قبر پرستوں) کی طرف۔

اس پر میں نے بھی تقریر کی اور کہا

کوئی شبہ نہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک سب نے توحید کی تعلیم دی۔ شرک کو روکا "ان لا تعبدوا الا ایاہ" کہا جس سے مراد توحید عبادت ہے لیکن کلام عبادت کے معنی میں ہے۔ مثلاً ہر سجود لغیر اللہ ضروری نہیں کہ عبادت غیر اللہ کے تحت میں آئے۔ یہ جداگانہ چیز ہے لیکن اگر (ہر سجود) سجود صنم اور سجود صلیب کی طرح شرک جلی و اکبر تھا اور عبادت غیر اللہ (تو) ازلاً و ابداً کسی امت اور کسی نبی کے لئے ایک لمحہ کے لئے جائز نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ وہ منصوص ہے۔ بعض مفسرین اس کو انحنا کے معنی میں لیتے ہیں اور بہت سے "وضع جبہہ علی الارض" کے باوجودیکہ کسی ایک عالم کو بھی یہ خیال نہیں ہوا کہ کسی زمانہ میں شرک مباح تھا۔

سجود صنم و صلیب صرف سجود لغیر اللہ ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ شعائر خاصہ اقوام کفار ہونے کی وجہ سے کفر قرار دئیے گئے ہیں۔ آپ ساجد قبر کو تادیب و تعزیر کریں (سزا دیں) لیکن آپ ان کے دم اور مال کو عبّاد اصنام (بت پرستوں) کی طرح مباح نہیں کر سکتے۔ جس شخص کے ہاتھ میں خدا نے زمام حکومت دی ہے خصوصاً اس بقعۂ مبارکہ کی اس کے لئے بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ ٹھنڈے دل سے ہماری معروضات پر غور کیا جائے گا اور مزید گذارش کے واسطے بھی جب آپ موقع دیں گے حاضر ہیں۔

(خودنوشت ڈائری مولانا عثمانی ص ۱۰ تا ۲۳ - تجلیات عثمانی ص ۳۶۹ تا ۳۷۱)

سلطان ابن سعود سے پہلی ملاقات کے موقع پر ان کی مجلس میں حضرت مولانا عثمانی نے عربی زبان میں جو تقریر فرمائی تھی اس کے یہ صرف بنیادی نکات اور وہ بھی صرف اشاروں میں قلم بند کئے گئے ہیں۔

ہمارا خیال ہے کہ بہت سے ناظرین ان علمی مباحث اور نکات کو غالباً سمجھ نہیں سکیں گے۔ اس لئے ہم تقریر کے خاص نکات کا حاصل اور خلاصہ ذیل میں عرض کرتے ہیں۔

حضرت مولانا نے اس تقریر میں دو اہم موضوعات پر کلام کیا ہے۔ اول یہ کہ کتاب و سنّت کے نصوص اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ میں بعض ایسی باتیں بھی ہیں۔ جو ظاہری نظر میں باہم متضاد اور ان کے تقاضے مختلف ہیں۔ ایسے مواقع پر اجتہاد اور غور و فکر سے یہ متعین کرنے کی ضرورت ہوتی ہے کہ ان میں سے کس نص کے تقاضے پر اور اسوۂ حسنہ کے کس پہلو پر کہاں عمل کیا جائے گا۔ اور یہ آسان نہیں ہے۔ اس میں لوگوں سے غلطیاں ہوتی ہیں۔ مثلاً قرآن مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے ارشاد فرمایا گیا ہے:۔

یا ایھا النبی جاھد الکفار و المنافقین و اغلظ علیھم اس میں آپ کو حکم دیا گیا ہے کہ کفار کی طرح منافقین کے ساتھ بھی سختی کا معاملہ کریں۔ ان کے ساتھ نرمی نہ برتیں۔ لیکن دوسری جگہ ارشاد فرمایا گیا ہے فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اللہ کی نعمت اور رحمت ہے کہ آپ ان کے حق میں نرم ہو گئے۔ اگر آپ ان کے حق میں نرم ہو گئے۔ اگر آپ ان کے ساتھ سختی اور درشتی کا رویہ اختیار کرتے تو یہ قریب نہ آتے، دور بھاگتے (اور پھر فیض صحبت اور ہدایت سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو جاتے) بظاہر دونوں آیتوں کے تقاضے مختلف ہیں۔ اب یہ بات اجتہاد اور غور و فکر سے سمجھی جا سکے گی کہ کس تقاضے پر کہاں عمل ہوگا۔

اسی طرح آپ کی سنت اور اسوۂ حسنہ میں ہمیں ملتا ہے کہ جب بعض صحابہ نے یہ عرض کیا کہ یہ منافقین جو مار آستین ہیں ان کو قتل کرا دیا جائے۔ تو آپ نے اس کو قبول نہیں فرمایا بلکہ ارشاد فرمایا کہ لوگ کہیں گے کہ یہ محمد تو اپنے ساتھ والوں کو بھی قتل کراتے ہیں۔ خشیۃ ان یقول الناس ان محمداً یقتل اصحابہ اسی طرح رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی کی نماز جنازہ آپ نے پڑھائی۔ حالانکہ یہ دونوں بظاہر جاھد الکفار والمنافقین و اغلظ علیھم کے حکم کے خلاف ہیں۔ ہاں فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم کے تقاضے کے مطابق ہیں۔ بہرحال ایسے مواقع پر اس فیصلے کے لئے بڑے تفقہ اور مجتہدانہ نظر کی ضرورت ہوتی ہے کہ کس نص کے تقاضے پر کہاں عمل کیا جائے گا۔ اور کس طرح عمل کیا جائے گا۔

اسی کی ایک دوسری مثال آپ کے اسوۂ حسنہ میں یہ نظر آتی ہے کہ آپ کے زمانہ کی خانہ کعبہ کی عمارت جو بنائے ابراہیمی کے مطابق نہیں تھی۔ آپ کی خواہش تھی کہ اس کی جگہ بنائے ابراہیمی کے مطابق تعمیر ہو جاتے۔

اور فتح مکہ کے بعد آپ کے لئے اس میں کوئی رکاوٹ نہ تھی۔ آپ موجودہ عمارت کو ختم کر کے بنائے ابراہیمی کے مطابق نئی تعمیر کرا سکتے تھے لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا۔ اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ قریش مکہ ابھی نئے نئے اسلام لائے ہیں ان کی تعلیم و تربیت نہیں ہوئی۔ مطلب یہ تھا کہ شیطان ان کے دل میں برے برے خیالات اور وسوسے ڈال سکتا ہے۔ اور ان کو فتنہ میں مبتلا کر سکتا ہے۔ بہرحال نومسلم اہل مکہ کے جذبات کا لحاظ کر کے آپ نے یہ کام نہیں کیا۔ جس کی آپ کو خواہش تھی۔ اور بلاشبہ اس کی اہمیت بھی تھی۔

لیکن اپنے متبنٰی زید بن حارثہ کی مطلقہ بیوی حضرت زینب سے نکاح کے معاملہ میں اس کے برعکس رویہ اختیار فرمایا۔ وہاں اس کا بالکل لحاظ نہیں فرمایا۔ کہ دنیا کیا کہے گی اور لوگوں پر اس کا کیا اثر پڑے گا۔ اب یہ تفقہ کی بات ہے کہ حضورؐ کے ان دونوں رویوں میں سے کس موقع پر کونسا رویہ اختیار کیا جائے۔

"سجدہ عبادت" اور "سجدہ تحیہ" کی بحث دوسرا موضوع جس پر حضرت مولانا عثمانی نے اس مجلس میں سلطان کی تقریر کے بعد دوبارہ تقریر فرمائی وہ سجدہ عبادت اور سجدہ تحیہ کے فرق کا موضوع ہے۔

علماء نجد کا مسلک و موقف یہ ہے کہ جو لوگ بزرگان دین کی قبروں وغیرہ کو سجدہ کرتے ہیں۔ وہ بت پرستوں ہی کی طرح مشرک و کافر ہیں۔ سلطان نے اپنی تقریر میں اس طرف اشارہ بھی کیا تھا۔

حضرت مولانا نے اس کے بعد جو تقریر فرمائی اس کا حاصل اور خلاصہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص قبر کو یا کسی بھی غیر اللہ کو "سجدہ عبادت" کرے تو بے شک وہ بت پرستوں کی طرح مشرک و کافر ہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر سجدہ "سجدہ عبادت" ہی ہو جو شرک حقیقی اور جلی ہے۔ بلکہ "سجدہ تحیہ" بھی ہو سکتا ہے۔ (جس کا مقصد دوسرے کی عظمت و بالاتری کا اعتراف و اظہار ہوتا ہے) وہ شرک جلی اور شرک اکبر کے حکم میں نہیں ہے۔ ہاں ہماری شریعت میں ناجائز اور گناہ ہے۔ اس کے مرتکب کو سزا دی جا سکتی ہے۔ لیکن اس کو مشرک اور مباح الدم قرار دینا صحیح نہ ہو گا۔ قرآن مجید میں حضرت آدم کو فرشتوں کے سجدہ کرنے اور حضرت یوسف کو ان کے بھائیوں کے سجدہ کرنے کا ذکر ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ "سجدہ عبادت" نہیں تھا وہ تو شرک ہے۔ اور شرک کسی زمانے اور کسی شریعت میں جائز نہیں ہو سکتا۔ ہاں اس کو "سجدہ تحیہ" کہا جا سکتا ہے۔ اور علماء مفسرین نے کہا ہے — اگرچہ بعض مفسرین نے اس سجدہ سے انحنا (جھکنا) بھی مراد لیا ہے۔ لیکن اکثر نے اس سے معروف سجدہ ہی مراد لیا ہے۔ اور اس کو "سجدہ تحیہ" قرار دیا ہے۔ بہرحال اگر کوئی شخص کسی بھی غیر اللہ کو سجدہ تحیہ کرتا ہے تو وہ ہماری شریعت کے لحاظ سے گنہگار تو ہو گا۔ اور اسے سزا دی جا سکتی ہے لیکن مشرک و کافر اور مباح الدم قرار نہیں دیا جا سکتا۔

تنبیہ:۔ ملحوظ رہے کہ حضرت مولانا عثمانی کی اس تقریر کا مقصد قبروں کو سجدہ کرنے والوں کی وکالت و حمایت کرنا نہیں تھا بلکہ مولانا نے اس پر زور دیا ہے کہ سجدہ عبادت اور سجدہ تحیہ کے فرق کو سمجھا جائے۔

اور ملحوظ رکھا جائے۔ ورنہ قبر وغیرہ کو سجدۂ تحیہ کے بارے میں ہمارے اکابر علمائے دیوبند کا یہ مسلک و موقف معلوم و معروف ہے۔ کہ وہ اسے قطعاً حرام سمجھتے ہیں۔ بلکہ اس مسئلہ میں علمائے بریلی کا موقف بھی یہی ہے۔ خاص اسی مسئلہ پر مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کا ایک مستقل رسالہ ہے۔" الزبدۃ الزکیہ فی تحریم سجود التحیہ" اس میں "سجدۂ تحیہ" کے ناجائز و حرام ہونے پر بہت مفصل اور مدلل بحث کی ہے۔

حضرت مولانا عثمانی نے اپنی مندرجہ بالا تقریر درج کرنے کے بعد سلطان ابن سعود کا تاثر ان الفاظ میں قلم بند فرمایا ہے:۔

امیر (ابن سعود) نے کہا کہ میں آپ کا ممنون ہوں۔ آپ کے خیالات اور بیان میں بہت رفعت اور علو ہے اور دقیق مسائل پر مشتمل ہے۔ لہٰذا میں ان تفاصیل کا جواب نہیں دے سکتا۔ اس کا جواب علماء بہتر دے سکیں گے۔ انہی سے یہ مسائل طے ہو سکتے ہیں۔ (ڈائری ص ۲۴۔ تجلیات عثمانی ص۳۲۷)

اس کے آگے تجلیات عثمانی میں سلطان ابن سعود سے ایک اور ملاقات کا ذکر ہے اور اس میں حضرت مولانا کی ایک مختصر تقریر ڈائری سے نقل کی گئی ہے۔ لکھا ہے کہ ۲۵ر ذیقعدہ کو سلطان نے جمعیۃ کے وفد کو دوپہر کے کھانے پر مدعو کیا اس موقعہ پر بھی حضرت مولانا نے تقریر فرمائی جس کا حاصل خلاصہ ڈائری میں ان الفاظ میں درج کیا گیا ہے۔

آپ کے مکہ میں داخل ہونے سے پہلے (یعنی مکہ مکرمہ اور حجاز مقدس پر اقتدار حاصل کرنے سے پہلے) آپ کی نسبت یعنی شعب نجدین کے متعلق ہندوستان میں بہت سے خیالات تھے۔ اگرچہ ہم ہمیشہ سے حافظ ابن تیمیہ اور ابن قیم کی کتابوں کا مطالعہ کرتے رہے ہیں۔ ان سے مستفید بھی ہوتے ہیں اور بعض تفردات وغیرہ میں ان پر انتقاد بھی کرتے رہے ہیں۔ لیکن خاص طائفہ نجدیہ کا حال ہم کو محقق نہ تھا۔ چند روز ہوئے ہم نے دو کتابیں آپ کی پڑھیں۔" الہدیۃ السنیہ۔ اور مجموعۃ التوحید" ان کے مطالعہ سے بہت سی چیزیں جو آپ کی طرف منسوب ہو رہی تھیں ان کا افترا ہونا ثابت ہوا۔ پھر بھی چند مسائل میں اختلاف رہا۔ بعض میں قریب قریب لفظی کے ہے۔ ہاں سخت اختلاف ان لوگوں کی تکفیر میں ہے جو قبر پر سجدہ کرتے ہیں۔ یا اس پر چراغ جلاتے ہیں یا غلاف چڑھاتے ہیں۔ ہم ان امور کو بدعت اور منکر سمجھتے ہیں اور ہمیشہ مبتدعین سے جہاد بالقلم واللسان کرتے ہیں۔ لیکن عبّاد الاوثان (بت پرستوں) اور یہود و نصاریٰ کی طرح مباح الدم والمال نہیں سمجھتے جس کا ذکر میں پہلی ملاقات میں آپ سے تفصیلاً کر چکا ہوں۔ اور آئندہ اگر وقت نے مساعدت کی اور خدا نے توفیق بخشی تو شیخ عبداللہ بن بلیہد وغیرہ سے اس پر مفصل کلام کیا جائے گا۔ (ڈائری ص۲۵۔ تجلیات عثمانی ص۳۲۸)

اس تقریر میں حضرت مولانا عثمانی نے اس حقیقت کا اعتراف و اظہار فرمایا ہے کہ ہم لوگ آپ کی جماعت (یعنی شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے متبعین اہل نجد) کے مسلک اور افکار و نظریات سے واقف نہیں تھے چند ہی روز پہلے آپ کے حلقہ کی یہ دو کتابیں (الھدیۃ السنیۃ اور مجموعۃ التوحید) ہمارے مطالعہ میں آئیں۔ ان سے معلوم ہوا کہ آپ کی جماعت کے عقائد و احوال کے بارے میں جو باتیں لکھی اور مشہور کی گئی ہیں ان میں بہت سی سراسر افترا و بہتان ہیں۔

تاہم کچھ مسائل ایسے ہیں جن میں ہمارے اور آپ کی جماعت کے درمیان اختلاف رائے ہے۔ لیکن یہ اختلاف زیادہ تر معمولی اور نزاع لفظی کے درجہ کا ہے۔ البتہ قبروں کے سجدہ وغیرہ کرنے والے مبتدعین کی تکفیر کے مسئلہ میں اصولی اور حقیقی اختلاف ہے۔ جیساکہ پہلی ایک صحبت میں تفصیل سے میں بیان کر چکا ہوں اور اگر موقع ملا تو کسی وقت اس مسئلہ پر شیخ عبداللہ بن بلیہدؒ وغیرہ آپ کی جماعت کے اکابر علماء و مشائخ سے بھی گفتگو کروں گا۔

اس کے بعد حضرت مولانا نے خود نوشت ڈائری میں اپنی اس تقریر کا حاصل درج فرمایا ہے جو قبوں کے گرائے جانے اور آثار متبرک کے ختم کر دیئے جانے کے موضوع پر آپ نے وہاں کی تھی۔

هدم قباب کا مسئلہ اور آثار متبرکہ کی شرعی حیثیت — ہم بنا علی القبر (قبروں پر قبے وغیرہ بنانے) کو ناجائز سمجھتے ہیں۔ ہم نے فتوے دیئے ہیں بحثیں کی ہیں۔ لیکن ہدم قباب (قبوں کے منہدم کرنے میں) ضرورت تھی کہ بہت تانی (آہستہ روی) اور حکمت سے کام لیا جاتا۔

جب ولید بن عبدالملک نے عمر بن عبدالعزیزؒ کو (جب کہ وہ ولید کی طرف سے مدینہ کے حاکم تھے) حکم دیا کہ حجرات ازدواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدم کر کے مسجد نبوی کی توسیع کریں تو انہوں نے ہدم کا حکم دیا۔ حتٰی کہ تینوں قبریں جو حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرے میں تھیں کھل گئیں۔ اس وقت عمر بن عبدالعزیزؒ اس قدر روتے ہوئے کبھی نہ دیکھے گئے تھے حالاں کہ خود ہی ہدم کا حکم دیا تھا۔ پھر نہ صرف قبر نبی علیہ السلام پر بلکہ تینوں قبروں پر بنا کرائی۔ (یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا جو حجرہ ہدم کرا دیا تھا اس کی جگہ پھر سے تعمیر کرائی)

میری غرض اس وقت تجویز بنا (یعنی قبروں پر قبوں وغیرہ کی تعمیر کو جائز قرار دینا) نہیں ہے بلکہ یہ بتانا ہے کہ قبور اعاظم و اکابر کے ساتھ ہدم وغیرہ کا معاملہ ایسا ہے جس کو قلوب میں تاثیر اور دخل ہے۔ مقابر (قبروں) کے معاملے میں میں زائد نہیں کہنا چاہتا۔ شیخ (مفتی) کفایت اللہ مجھ سے پہلے کہہ چکے ہیں۔ البتہ آثار (متبرک مقامات) کے متعلق میں کہوں گا کہ حدیث اسراء میں (واقعہ معراج کی روایت میں) حافظ ابن حجر عسقلانی نے نقل کیا ہے کہ آپ کو (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو) جبرئیلؑ نے چار جگہ اتارا اور نماز پڑھوائی اور بتایا کہ یہ یثرب یا طیبہ ہے والیہ مہاجرہ (اس کی طرف ہجرت ہوگی) یہ طور سینا ہے۔ حیث کلم اللہ موسٰی تکلیما (جہاں اللہ تعالیٰ نے موسٰی علیہ السلام سے کلام فرمایا تھا) یہ مدین ہے

حیث ورود موسیٰ وسکن شعیب (جہاں موسیٰ علیہ السلام پہنچے تھے اور شعیب علیہ السلام کا جو مسکن تھا۔ یہ بیت اللحم ہے۔ حیث ولد المسیح علیہ السلام (جہاں حضرت مسیح پیدا ہوتے تھے) پس اگر طور پر آپ سے اس لئے نماز پڑھوائی گئی کہ وہاں حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا تھا۔ تو جبل النور پر جانے اور نماز پڑھنے سے ہم کیوں روکے جائیں۔ جہاں اللہ کا کلام لے کر جبرئیل علیہ السلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ جب مولد مسیح (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جائے پیدائش بیت اللحم) پر حضور سے دو رکعتیں پڑھوائی گئیں تو کیا غضب ہے کہ امت محمدیہ مولد النبی (نبی کریم کی جائے پیدائش) میں دو رکعت نہ پڑھ سکے۔ مدین میں حضرت شعیب علیہ السلام رہتے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کچھ عرصہ ٹھہرے تھے۔ پھر مسکن خدیجہؓ جہاں حضور ۲۸ برس رہے اور جس کو طبرانی نے انفس البقاع بعد المسجد الحرام فی مکۃ مکہ مکرمہ میں مسجد الحرام کے بعد سب سے افضل مقام لکھا ہے کیوں اس قابل نہیں کہ وہاں دو رکعت پڑھ لی جائیں یا جبل ثور جہاں آپ تین دن مخفی (چھپے) رہے اس پر نماز کیوں نہ پڑھی جائے۔

یہ حدیث تبرک بآثار الصالحین میں اصل اصیل ہے — پھر (میں نے) قصہ عتبان بن مالک اور حدیبیہ کا ذکر کیا جس میں نخامہ (بلغم) اور ماء وضو (وضو کے پانی) وغیرہ کا متبرک ہونا مذکور ہے۔ پھر عبداللہ بن عمرؓ کی بخاری والی حدیث ذکر کی پھر کہا ہم جانتے ہیں کہ ابن سعود نے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے شجرۃ الرضوان کو کٹوا ڈالا تھا (اس کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے علم میں آیا کہ بعض لوگ وادی حدیبیہ کے اس درخت کے پاس جا کر نمازیں پڑھتے ہیں جس کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے واقعہ حدیبیہ میں بیعت لی تھی (جس کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس درخت ہی کو کٹوا دیا کہ خدانخواستہ آئندہ کسی زمانہ میں جاہل لوگ اس درخت کی پرستش نہ کرنے لگیں۔) لیکن یہ صرف مصلحت تھی قطعی ذرائع شرک اور حسم مادہ شرک کے لئے اگرچہ یہ مصلحت اب بھی موجود ہے۔ لیکن دوسری طرف آج مسلمانوں کے ائتلاف قلوب (دلوں کے جوڑنے) کی مصلحت ہے۔ اور ان کو ان بلاد مقدسہ کی طرف سے اور اس حکومت کی طرف سے جو یہاں حکومت کرے نفور (متنفر اور مخالف) ہونے سے بچانا ہے۔ اور تشتت وتفرق کو کم کرنا ہے دونوں مصالح کا موازنہ آپ خود کر سکتے ہیں۔ بہرحال کلام اب اصل مسئلہ میں نہیں بلکہ مصالح کے توازن میں ہے اس میں پوری احتیاط کرنی چاہئے۔ آپ بدعات ومنکرات سے لوگوں کو روکیں نصیحت کریں تادیب کریں۔ لیکن اصل چیز کو محو نہ کریں۔

وایاکم والغلو فی الدین فان الغلو فی الدین قد اھلک من کان قبلکم او کما قال وقال اللہ تعالیٰ
یا اھل الکتاب لا تغلوا فی دینکم ولا تقولوا علی اللہ الا الحق فیسروا ولا تعسروا وبشروا ولا
تنفروا وکونوا عباد اللہ اخوانا۔ ڈائری صفحہ ۱۴۱ تا ۱۵۰ تجلیات عثمانی صفحہ ۳۷۵ تا ۳۷۷

غلاف کعبہ کے بارے میں بحث | حضرت مولانا عثمانیؒ نے مؤتمر کی کارروائی کے سلسلہ میں کسوۃ کعبہ (غلاف کعبہ) سے

متعلق ایک بحث کا بھی ذکر کیا ہے۔ یہ بحث موتمر کی ایک کمیٹی "لجنة الاقتراحات" (موتمر کے لئے ریزولیوشن تیار کرنے والی کمیٹی) میں ہوئی تھی۔ ڈائری میں مولانا تحریر فرماتے ہیں۔

۴ ذی الحجہ ۱۳۴۴ھ - ۱۹۲۶ء کو "لجنة الاقتراحات" میں کسوۂ کعبہ (غلاف کعبہ) کا مسئلہ (کسی صاحب کی طرف سے) پیش ہوا کہ اس میں بہت اسراف ہوتا ہے۔ اس کے مصارف گھٹا کر دوسرے وجوہ خیر میں صرف کئے جائیں۔ حریر و ذہب (ریشم اور سونا) وغیرہ کا استعمال بالاتفاق حرام ہے۔ اس پر محمد علی جوہر اور عبداللہ شیبی نے سختی سے مخالفت کی۔

پھر میں نے کہا کہ اس میں علماء نے بہت کچھ کلام کیا ہے۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں دو ورق کے قریب اس پر لکھے ہیں۔ تاریخی بحثیں کی ہیں کہ سب سے پہلے کعبہ پر غلاف کس نے ڈالا اور کس چیز کا ڈالا گیا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اولاً دیباج و حریر کا غلاف حضرت عباس بن عبدالمطلب کی والدہ نے ڈالا اور بھی اقوال ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے عہد میں دیباج و حریر کا غلاف تھا۔ پھر اس میں تکلفات ہوتے رہے۔ علماء نے کسی وقت نہیں کیا۔ بلکہ جن لوگوں نے اس کا زیادہ اہتمام کیا ان کو علماء نے دعائیں دیں۔ کما فی الفتح

کعبہ کا حکم دوسرے تمام بیوت اور مساجد سے مستثنیٰ ہے۔ اس پر علماء کا اتفاق ہے اس کو بدعت یا منکر قرار دینا صحیح نہیں۔

ڈائری ص ۵۸-۶۱- تجلیات عثمانی ص ۳۷۹

جزیرۃ العرب کی تطہیر کا مسئلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اہم وصیت تھی کہ جزیرۃ العرب میں یہود اور نصاریٰ نہ رہیں۔ ان کو اس خطہ سے باہر کر دیا جائے۔ تاکہ یہ جزیرہ جو دین حق کا مرکز ہے ان کے اثرات۔ سازشوں اور جنگ جدال سے محفوظ رہے۔ یہ وصیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض وفات میں فرمائی تھی۔ چنانچہ خلافت راشدہ کے دور میں اس وصیت پر پورا پورا عمل ہوا۔ اور اس کے بعد مسلسل یہی نوعیت رہی۔ لیکن پہلی جنگ عظیم ۱۸-۱۹۱۴ء کے دوران جب شریف مکہ نے انگریزوں کی مدد اور سازش سے سلطنت عثمانیہ ترکی کے خلاف بغاوت اور غداری کر کے حجاز مقدس پر تسلط حاصل کر لیا تو انگریزوں کے اثرات وہاں پوری طرح قائم ہو گئے۔

پھر جب ۲۵-۱۹۲۴ء میں سلطان ابن سعود نے شریف حسین کو شکست دے کر حجاز پاک پر تسلط و اقتدار حاصل کیا تو انگریزی اثرات کے لحاظ سے وہی حال تھا۔

خصوصیت کے ساتھ ہندوستان کے دونوں وفود وفد خلافت اور وفد جمعیۃ العلماء کی یہ شدید خواہش اور کوشش تھی کہ موتمر میں اس مسئلہ تطہیر جزیرۃ العرب کے بارے میں بھی واضح پالیسی کا اعلان کیا جائے۔ چنانچہ "لجنة الاقتراحات"

میں یہ مسئلہ زیر بحث آیا اور حضرت مولانا عثمانی نے اس موضوع پر بھی تقریر فرمائی۔ اس سلسلہ میں مولانا اپنی ڈائری میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"۵ ذی الحجہ کو "لجنۃ الاقتراحات" میں بڑی ردوکد کے بعد جزیرۃ العرب کی تجویز پیش ہوئی۔ اس کی مخالفت رئیس وفد روسیہ نے طویل تقریر کی اس میں زیادہ زور اس پر تھا کہ ریزولیوشن کا نتیجہ حکومت حجازیہ اور مؤتمر کے حق میں برا ہوگا۔ یہ اعلان کر کے تمام دول اجنبیہ (غیر اسلامی سلطنتوں) کو تشویش اور ہیجان میں ڈالنا ہے۔ ہمیں حکمت اور تدبیر کے ساتھ قدم اٹھانا چاہئے۔ ایسا کام نہ کریں جس سے یہ حکومت حدیثہ حجازیہ (حجاز کی یہ نئی حکومت) جو چنداں قوی نہیں ہے فنا ہو جائے۔ وصیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی کو انکار نہیں۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ اس وقت اس اعلان کا موقع بھی ہے؟ اس کے نتائج کیا ہوں گے؟ یورپ مؤتمر اور اس نئی حکومت کی طرف تاک رہا ہے۔ ہم اس کو فوراً مشتعل نہ کریں باقی جو مقصد تجویز کا ہے وہ سب مسلمانوں کے دلوں اور سینوں میں ہے۔ دیکھئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں کس طرح صلح اور معاہدہ کیا۔ کیا اس میں ہمارے لئے اسوہ نہیں ہے"

لجنۃ الاقتراحات میں تطہیر جزیرۃ العرب کے مسئلہ سے متعلق تجویز کے بارہ میں روسی وفد کے سربراہ کی تقریر کا مندرجہ بالا حاصل اپنی ڈائری میں درج کرنے کے بعد حضرت مولانا عثمانی نے اس موضوع سے متعلق اپنی تقریر کا مضمون حوالہ قلم فرمایا ہے۔

<u>تطہیر جزیرۃ العرب کے مسئلہ سے متعلق حضرت مولانا عثمانی کی تقریر</u> میں نے کہا کہ وصیت کے ثبوت سے کسی کو انکار نہیں۔ صحیح حدیث میں مذکور ہے اور مقترح نے (تجویز پیش کرنے والے صاحب) نے اسی وصیت پر اپنے اقتراح (تجویز و ریزولیوشن) کی بنیاد رکھی ہے۔ آپ سب اس کی ضرورت و اہمیت کو تسلیم کرتے ہیں اور اعتراف کرتے ہیں کہ یہ ہر مسلمان کا عزیز ترین مقصد اور محبوب ترین تمنا ہے۔ لیکن آپ کہتے ہیں کہ حکومت حجاز کے لئے اس میں خطرہ ہے۔ وہ اپنے کو اس طرح کے خطرات میں کیسے ڈال سکتی ہے۔ نہ ہم اس کو ایسا مشورہ دے سکتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ آپ حکومت کی طرف سے ایک ایسی چیز (اور ایسا عذر) پیش کرتے ہیں جس کو خود حکومت پیش نہیں کرتی نہ غالباً وہ ہماری اس مصلحت اندیشی سے راضی ہوگی۔ ہمارے سامنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو وصیتیں ہیں۔ جو اس دنیوی حیات کے آخری لمحات میں آپ نے ساتھ ساتھ فرمائی ہیں:۔

۱۔	اخرجوا الیھود والنصاریٰ من جزیرۃ العرب	یہود و نصاریٰ کو جزیرۃ العرب میں نہ رہنے دیا جائے
۲۔	لعن اللّٰہ الیھود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیاءھم	یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو کہ انہوں نے اپنے

مساجد یحذرهم ما صنعوا — نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔

یہ دونوں وصیتیں آپ نے ساتھ ساتھ فرمائیں۔ فرق اتنا ہے کہ پہلی وصیت بصیغۂ امر ہے اور دوسری تحذیر (یعنی تنبیہ اور دھمکی) کے پیرایہ میں ہے۔ اب آپ دیکھئے کہ حکومت حجاز نے دوسری وصیت کے نفاذ اور اجرا میں جو قبور سے متعلق تھی کس قدر اہتمام اور مسارعت (تیز رفتاری) سے کام لیا۔ نہ عالم اسلامی سے مشورہ کیا نہ ان کے اجتماع کا انتظار کیا۔ نہ علماء و فضلا سے مبادلۂ خیالات کی ضرورت سمجھی۔ نہ اس کی قطعاً پروا کی کہ مسلمانوں میں اس فعل سے بجا یا بے جا طور پر کیسی تشویش اور ہیجان ہوگا۔ کتنی بڑی تعداد مسلمانوں کی اس عمل سے متوحش اور نفور ہوگی۔ حکومت نے کہا کہ ہم کتاب و سنت سے تمسک کرتے ہیں۔ جب سنت صحیحہ ہمارے سامنے ہے پھر ہم کو کسی کا خوف نہیں۔ دنیا راضی ہو یا ناراض۔ کوئی ہمارا ساتھ دے یا نہ دے ہم کو کچھ سروکار نہیں کا تنا ما کان (خواہ انجام کچھ بھی ہو) ایسی حکومت جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک وصیت کے نفاذ میں کسی طرح کی مصلحت اندیشی اور اسلامی جماعتوں کی خوشی یا ناخوشی کی کوئی پروا نہیں کی۔ میں خیال نہیں کرتا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری وصیت کے صرف اعلان کرنے میں کفار کی تشویش اور اضطراب کی پروا کرے گی۔ ہم حکومت کی طرف سے اس خوف کو کیوں منسوب کرتے ہیں جسے خود حکومت اپنی طرف منسوب کرنا پسند نہیں کرتی۔

میری غرض یہ ہے کہ مؤتمر کو یا حکومت حجاز کو جب کہ اس کا تعلق تمام عالم اسلام سے ہے ہر ہر کام میں تأنی (آہستہ روی) اور تدبیر و مصلحت اندیشی سے کام کرنا چاہئے۔ ہم کو یہ مناسب نہیں کہ ہم ایک برائی کے دفع کرنے میں اس سے بھی بڑی برائی پیدا کریں۔ میرے نزدیک ریزولیوشن کے اعلان میں کوئی ضرر نہیں (ریزولیوشن کے الفاظ میں توسط اور تعدیل میں مضائقہ نہیں۔ لیکن اس ریزولیوشن سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ تمام دنیا آگاہ ہو جائے کہ مسلمانانِ عالم باوجود اپنے غایت تفرق و تشتت احوال کے اور باوجود سخت اختلاف اجیال و اقوام کے پھر بھی ایک متفقہ نصب العین رکھتے ہیں اور جزیرۃ العرب خصوصاً حجاز کی حفاظت و صیانت ہے۔ ایک ایسا مقصد ہے جو حاکم و محکوم۔ ضعیف و قوی مستقل اور غیر مستقل۔ آزاد اور غلام ہر مسلمان کا مطمح نظر ہے جو ان کے سینوں اور دلوں میں نقش فی الحجر ہے جس کے لئے وہ اپنے تمام وسائل اور اپنی ہر چیز قربان کرنے کو تیار ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ (اس) حکومت حجازیہ کے متعلق بہت سے لوگ ظنوں اور اوہام میں مبتلا ہیں جن پر ہم ہندوستان میں مطلع ہو چکے ہیں (یعنی انگریزوں سے تعلقات رکھنے کی نسبت افواہیں ہیں) اس ریزولیوشن سے مسلمانوں کے قلوب حکومتِ حجاز کی طرف سے مطمئن ہو جائیں گے۔ اور ان کو شفا ء

صدور حاصل ہوگی۔

صلح حدیبیہ کی سنت (اور اس کے سلسلہ میں حضور کے طرزِ عمل) کا جو حوالہ دیا گیا ہے اسے میں مانتا ہوں لیکن میں ایک دوسری سنت بھی یاد دلاتا ہوں کہ اس وقت جس سے بڑھ کر اسلام کے حق میں سختی اور مصیبت کا کوئی وقت نہ تھا اور جب کہ صرف معدودے چند نفوس آپ کے ساتھ تھے۔ اسی بلد اللہ الحرام (مکہ معظمہ) میں جہاں ہم اور آپ مجتمع ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں نے اعلانِ حق اور دعوتِ الٰہیہ سے روکنا چاہا۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ اس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے اگر وہ لوگ آسمان سے اتار کر سورج کو میری ایک مٹھی میں اور چاند کو دوسری مٹھی میں رکھدیں تب بھی محمد اس چیز سے ہٹنے والا نہیں ہے۔ جس کے لئے اس کے پروردگار نے اسے بھیجا ہے —— پس میں کہتا ہوں کہ مقترح (ریزولیوشن پیش کرنے والے صاحب) کی تجویز دونوں سنتوں پر مشتمل ہے۔ پہلے جز میں اعلانِ حق کیا جاتا ہے جس میں کوئی پروا نہیں کہ کون اس سے خوش اور کون ناخوش ہوگا۔ اور تجویز کے دوسرے جز میں سنتِ حدیبیہ کی رعایت ہے۔ کہ ہم کوئی اعلانِ جنگ نہیں کر رہے ہیں بلکہ جزیرۃ العرب کو ایک سلمی صلحی اور حیادی (پر سکون) رکھنا چاہتے ہیں اور یہی ہماری کوشش ہے۔

ھذا ما کنت ارید التکلم بہ والامر بید اللہ سبحانہ وتعالیٰ (یعنی وہ یہ ہے جو میں آپ حضرات کے سامنے پیش کرنا چاہتا تھا۔ میں نے پیش کر دیا۔ اور فیصلہ تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے)

(خود نوشت ڈائری ص ۴۱ تا ۵۰۔ تجلیات عثمانی ص ۴۰۰ تا ۴۰۷)

جیسا کہ پہلے بھی عرض کیا جا چکا ہے۔ مولانا نے اپنی عربی تقریر کا یہ حاصل ڈائری میں بطور یادداشت قلم بند فرمایا ہے جزیرۃ العرب کی تطہیر کے مسئلہ سے متعلق مولانا کی یہ تقریر کسی توضیح و تشریح کی محتاج نہیں ہے۔ البتہ اس کی اہمیت اور اسپرٹ کو وہی لوگ محسوس کر سکتے ہیں جنہوں نے ہندوستان کی تحریکِ خلافت کا زمانہ پایا تھا۔ اس زمانے میں خاص کر ہندوستانی مسلمانوں کے دلوں پر جزیرۃ العرب کی تطہیر اور خلافتِ اسلامیہ کا مسئلہ ہی چھایا ہوا تھا۔ اب تو یہ سب تاریخی واقعات ہو کر رہ گئے ہیں۔

(الفرقان)

بقیہ ص ۳۸

۳۔ فقہائے ہند۔ محمد اسحاق بھٹی۔
۴۔ تاریخ بخارا۔ ارمینس ویمبرے (مترجم نفیس الدین احمد)
۵۔ منتخب التواریخ۔ ملا عبد القادر بدایونی
۶۔ دربارِ اکبری۔ مولانا محمد حسین آزاد۔
۷۔ عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ۔ ڈاکٹر زبیر احمد مترجم شاہد حسین رزاقی۔
۸۔ اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ جلد ۱۱۔ ۱۲
۹۔ Mohammadan Dynasties لین پول
۱۰۔ الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ۔ مولانا محمد عبد الحی الفرنگی محلی الکنوی۔
۱۱۔ کشف الظنون۔ حاجی خلیفہ چلپی۔
۱۲۔ تکملہ تاریخ ادب عربی جلد ثانی۔ بروکلمان
۱۳۔ لباب المعارف العلمیہ۔ مولانا عبد الرحیم صاحب

پاکستان کی اقتصادی ترقی میں
قدم بہ قدم شریک

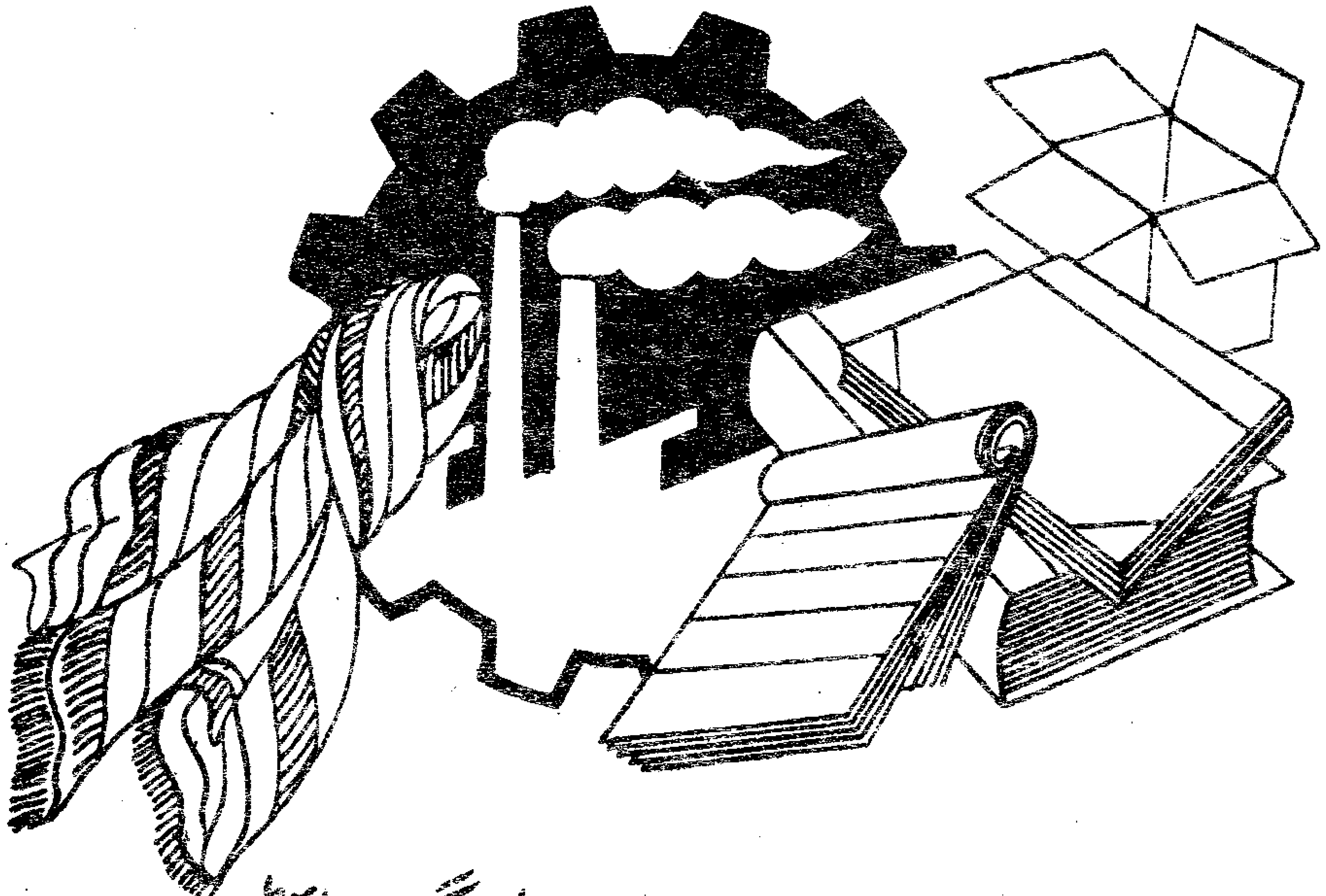

آدمجی کے کاغذ۔ بورڈ اور بلیچنگ پاؤڈر

adamjee

آدمجی پیپر اینڈ بورڈ ملز لمیٹڈ

آدمجی ہاؤس۔ پی۔ او بکس ۴۳۳۲ - آئی۔ آئی چندریگر روڈ۔ کراچی ۲

NATIONAL 45 K

الحق کے خصوصی وقائع نگاروں کے قلم سے

اسلامیانِ عالم —— وقائع و اخبار

محاذِ جہادِ افغانستان سے حقانی فضلاء کا مراسلہ بعد از رخصتی دارالعلوم حقانیہ به صوبہ غزنی رفتم۔ در صوبۂ غزنی امیر مجاہدین مولانا معراج الدین فاضل دارالعلوم حقانیہ بود یک بار مجاہدین در کمان او بہ فوج شوروی حملہ کرد ٹینک تباہ شد و پانزدہ صد روسی فوجیاں ہلاک۔ دیگر بار حملہ کرد دو عدد جہاز تباہ شد و چہار ٹینک۔ و دونیم صد فوجی ہلاک دیگر بار در حملۂ مجاہدین نو ٹینک تباہ شد بہ فضلِ خداوند تعالیٰ۔ دعائے خیر بہ ہیئت اجتماع در بارۂ مجاہدین افغانستان بکنید۔ (مولانا عبدالستار قندہاری محاذِ جنگ سے)

تھائی لینڈ افغانستان میں مداخلت پر تھائی لینڈ کے مسلمانوں نے بنکاک میں عظیم جلوس نکالا۔ روسی سفارت خانہ کے سامنے پُرامن احتجاج کیا۔ مظاہرین نے سفارت خانہ کی گراونڈ میں مغرب کی باجماعت نماز ادا کی اجتماع سے متعدد مقررین نے خطاب کیا جس میں تھائی لینڈ کی قومی اسمبلی کے ممبر جناب حسین صاحب وغیرہ بھی شامل تھے اور افغانستان کے تین طلبہ اور خواتین کالج کے مسلمان طلبہ و اساتذہ نے بھی خطاب کیا روسی سفیر کو تحریری یادداشت دی گئی۔ یہاں کے اخبار کے مطابق ملائشیا اور جاپان میں بھی ایسے مظاہرے ہوئے۔ تھائی لینڈ میں ۷۵ لاکھ مسلمان آباد ہیں متعدد تنظیموں نے مظاہروں کا انتظام کیا۔ یہاں کے مسلمانوں میں بیداری کی ایک لہر دوڑ رہی ہے۔

(خلیل اللہ صاحب۔ تھائی لینڈ۔ بنکاک)

ہانگ کانگ اس دورِ پرفتن اور دیارِ شر میں جہاں لادینیت اور مادہ پرستی کا سراب دلوں اور دماغوں کو حقانیت سے دور لے جا رہا ہو، ان کے مداوا کیلئے الحق جیسے رسائل اور دیگر لٹریچر کی اشاعت علاج اور شفا کا نسخہ ہے۔ یہاں ایک اخبار "مسلم ہیرالڈ" کے نام سے بھی اس مقصد کیلئے جاری کیا گیا ہے جس کی کاپیاں ارسال ہیں یہ پرچہ ایک عرصہ سے باقاعدگی سے یہاں چھپ رہا ہے۔ یہاں کے عام ذرائع ابلاغ نے عالمِ اسلام بالخصوص پاکستان، ایران، افغانستان کے اندر اسلامی تبدیلیوں کے بارہ میں ہر ممکن غلط فہمی پیدا کرتے رہتے ہیں اس کا ازالہ ہم "مسلم ہیرالڈ" کی اشاعت اور مفت تقسیم کی صورت میں کرتے رہتے ہیں۔ (محمد مسکین و حق نواز۔ ہانگ کانگ)

بنگلہ دیش سلہٹ کی نئی سڑک جامع مسجد میں مفکرِ اسلام مولانا مفتی محمود صاحب کی یاد میں ایک عظیم تعزیتی جلسہ ہوا ملک بھر سے سینکڑوں علماء ہزاروں عقیدت مندوں نے شرکت کی، دس بجے سے ظہر تک ختم بخاری شریف کرایا گیا۔ مولانا ریاست علی صاحب شیخ الحدیث کی صدارت میں مولانا حافظ عبدالکریم مولانا حبیب الرحمان مولانا اشرف علی صاحب۔ مولانا شفیق الرحمان۔ مولانا وارث الدین وغیرہ نے تقاریر میں مرحوم کو خراجِ تحسین پیش کیا۔ اور دعائے مغفرت کی گئی۔

(حبیب الرحمان۔ قاضی بازار سلہٹ)

⁂ ⁂ ⁂

الاستاذ الفاضل رضاء الحق مردانی
مدرس جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

قصیدۃ فی رثاء مولانا محمد علی نور اللہ مرقدہ المدرس بدار العلوم الحقانیہ اکوڑہ خٹک

رزیّۃ زعزعت فالقلب بکاء — فجیعۃ اوھنت فالعین عبراء
ایک زبردست مصیبت ہے، جس نے بے ہلا کر رکھدیا ہے، دل بہت روتا ہے — اس مصیبت نے کمزور کردیا جس کی وجہ آنکھیں آنسو بہاتی ہیں

ملمّۃ زلزلت اقدام ساھرۃ — بلیۃ فی بلایا العصر عمیاء
ایک حادثہ ہے جس نے زمین کے پاؤں کو متزلزل کردیا — حوادث روزگار میں یہ ایک اندھی مصیبت ہے

خطب الم باھل العلم قاطبۃ — فالارض والبحر والاطوار حسراء
یہ تمام حادثہ اہل علم پر واقعہ ہوا ہے — تو زمین دریا پہاڑ سب افسوس کررہے ہیں

دار العلوم بفوت الشیخ قد فجعت — تزلزلت من وفاۃ الشیخ غبراء
دار العلوم حقانیہ حضرت شیخ کی رحلت سے دردمند ہوگیا — شیخ کی وفات سے زمین متزلزل ہوگئی

ونکبۃ من رزایا الدّھر قارعۃ — فالعین حقًا من الاشجان عشواء
مصائب روزگار میں سے ایک ہلاک کرنے والی مصیبت ہے، — آنکھیں غموم وہموم کی وجہ سے تاریک ہیں

ارثی ولا صبر مولنا محمّد علی — فانہ فی علوم الدین داماء
میں مولنا محمد علی صاحب کا مرثیہ لکھ رہا ہوں حالانکہ صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا — اس لئے کہ وہ علوم دینیہ میں مانند دریا کے تھے

قد فات محمود نا من قبل فی سفر — مصیبۃ ھذہ بعد دھیاء
اس سے پہلے مولانا مفتی محمود صاحب بحالت سفر اس دنیا کو چھوڑ کر چلے گئے — اس کے بعد یہ بھی ایک زبردست مصیبت ہے

صارت قلوب رجال العلم فی کبد — کانّ روضۃ دار العلم بیداء
اہل علم کے دل عجیب مشقت میں مبتلا ہوئے — ایسا لگتا ہے جیسے دار العلوم کا باغیچہ جنگل بن گیا ہو

افاد علماً ودرساً لانظیر له — دروسه فی ابی داؤد علیاء

انہوں نے بے نظیر علم اور درس کو پھیلایا — ان کے ابو داؤد کے اسباق بہت اونچے اور اعلیٰ تھے

طریقهٔ عند اهل الفهم مبتکر — طریقة فی وعاء الدهر غرّاء

ان کا طریقۂ درس اہل فہم کے نزدیک انوکھا اور البیلا تھا — زمانہ کے ظرف میں ان کا طریقہ واضح اور روشن تھا

له المزیة فی علم وفی عمل — یروی الغلیل فاعطاء وارواء

علم اور عمل میں ان کو فضیلت ملی تھی — تشنہ لبوں کو سیراب کرتے تھے بخشش اور سیراب کرنا ان کا مشغلہ تھا

دثاره طول عمر قال حدثنا — بذل السعایة فی التدریس سیماء

پوری زندگی احادیث رسول ؐ پڑھانا ان کا اوڑھنا بچھونا تھا — تدریس میں اپنی انتہائی جدوجہد خرچ کرنا ان کی علامت تھا

درس الهدایة طیل العمر خصّ به — درس الحدیث بهذا الشیخ نعماء

جبتک حیات رہے ہدایہ کا درس ان کیساتھ مخصوص رہا — درس حدیث اس شیخ پر اللہ کی طرف سے ایک نعمت تھی

شعاره حب اهل العلم قاطبة — شواهدٌ عندنا فی ذاك بیضاء

تمام اہل علم کے ساتھ محبت ان کا خاص شعار تھا — ہمارے پاس اس کے روشن شواہد دلائل موجود ہیں

ولقّن العلم فی دعثٍ وفی دَنفٍ — امثاله فی قریب العهد ما جاءوا

علم کی تلقین بیماری کی ابتدا میں نیز سخت بیماری میں کرتے رہے — زمانہ قریب میں ان کے امثال نہیں آئے

سمت وصمت واخلاق ومرتبة — علیّة فکانّ الشیخ جوزاء

اچھی حالت خاموشی اخلاق بلند مرتبہ کے مالک تھے — ایسا لگتا تھا جیسا شیخ برج جوزاء ہو

حبراً وبحراً اماماً صابراً طلقاً — فعنده الضرّ والباساء سراء

نیک عالم دریا امام صابر ہنس مکھ تھے — ان کے ہاں مصیبت و تکلیف بھی خوشی کی مانند تھی

لا تزعمنّ بان نحصی محاسنه — ذکرت نبذا وقد فاتتك اشیاء

اے نفس یہ گمان مت کرو کہ آپ کے محاسن گن سکو گے — تھوڑے سے ذکر کئے اور بہت سی چیزیں فوت ہوئیں

شیخ وحبرٌ همام قدوة علمٌ — هو المسمى وهذا الكل اسماء

شیخ، نیک عالم، عالی ہمت مقتدا سردار تھے — وہ مسمی تھے اور یہ سب اسماء ہیں

تعلو شمائله تنمو فضائله — تبقى مناهله مادام خضراء

ان کی عادتیں اونچی تھیں اور فضائل بڑھنے تھے — ان کی گھاٹ باقی رہیں گے جب تک آسمان موجود ہے

افنيت عمرك فى بث العلوم وقد — علمت ان فناء المرء ابقاء

آپ نے اپنی عمر علوم کی اشاعت میں وقف کر دی — اور آپ کو معلوم تھا کہ انسان کی فنا میں بقا کا راز مضمر ہے

ديوبند مسلكه والحق موقفه — من المظاهر فى الاحشاء اضواء

دیوبند ان کا مسلک تھا اور حق ان کا موقف تھا — مظاہر علوم کی روشنی سے ان کا باطن روشن تھا

مافوته ثلمة فى صفصف وقعت — فهذه ليلة فى السوات ليلاء

ان کے فوت ہونے سے صرف میدانی علاقہ میں رخنہ نہیں پڑا — یہ اندھیری رات سوات میں بھی چھا گئی

فالناس فى جدب والعلم فى سلب — والفضل فى نهب والارض جدباء

لوگ قحط سالی میں پڑے اور علم چھینا گیا — اور فضل لوٹا گیا اور زمین قحط سالی کا شکار ہو گئی

تبقى مفاخره تروى مآثره — لم تختلف فى نبوغ الشيخ آراء

ان کے کارنامے باقی رہیں گے اور عمدہ افعال یاد رکھے جائیں گے — شیخ کی عظمت پر سب کی آراء متفق ہیں

ادخله ربى فى الجنات مكرمةً — يا غافر يوم يسرى الجسم هواء

یا اللہ ان کو جنتوں میں از راہِ عزت داخل فرمایئے — اے بخشنے والے اس دن جبکہ جسم میں نفس و روح سرایت کر گئی (اور زندہ)

واغفر لمعصية من نفسه صدرت — وارزقه مافيه اثمار و آلاء

اے اللہ ان کے نفس سے صادر شدہ لغزش کو معاف فرما — اور وہ جنت نصیب فرما جس میں میوے اور بیشمار نعمتیں ہیں

حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ

(ادارہ کے نام چند تعزیتی خطوط کے اقتباسات)

۶ فروری ۱۹۸۱ء کے ہندوستانی اخبارات میں یہ پڑھ کر انتہائی افسوس ہوا کہ مشہور سرحدی احرار لیڈر حضرت مولانا غلام احراری رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا غلام غوث ہزاروی ——— نہایت بلند ہمت شخصیت تھے۔ ۱۹۳۵ء میں "غازی" کی دوستی اور محبت کے صدقے میں احرار کے ہائی کمان میں شامل ہو کر ملک و قوم کی خدمات انجام دیتے رہے۔ اور سرحد میں ہمیشہ سرخ پوشوں اور خان عبدالغفار اور کانگرس کے اشد ترین مخالف تھے۔ اور اس سلسلہ میں اکثر ان کے ساتھ غازی سے معرکہ بھی ہوا کرتے تھے لیکن اختلافات کے باوجود وہ غازی کے بڑے قدر دان اور محب تھے۔

احرار اسلام میں غازی کا تعلق ہمیشہ چودھری افضل حق، مولانا مظہر علی اظہر اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری سے تھا۔ اور مولانا غلام غوث کا تعلق احرار میں علماء دین کے گروپ سے رہا کرتا تھا۔ مولانا حبیب الرحمان لدھیانوی، مولانا داؤد غزنوی اور سید بخاری سے ان کے بہت گہرے روابط استوار تھے۔ پاکستانی علماء میں مولانا غلام غوث صاحب سب سے پرانے سیاستدان اور دار و رسن کے امتحان دینے والوں میں تھے۔ خدا اپنے فضل سے ان کی مغفرت فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ آمین

چمن میں جائیں تو گل ہم پہ مسکراتے ہیں ہزاروں شکوے عنادل ہمیں سناتے ہیں
نہ غمگسار نہ غمخوار کوئی پاتے ہیں جو بادہ کش تھے پرانے وہ اٹھتے جاتے ہیں

کہیں سے آبِ بقائے دوام لے ساقی

خان غازی کابلی احراری۔ کوچہ رحمانی دہلی ۶

چودھویں صدی کے آخری سال کے آخری مہینے حضرت مفتی صاحبؒ اور استاذ المحترم حضرت مولانا محمد علی صاحب سواتیؒ کی رحلت کے تیغ فرقت سے زخمی دل ابھی مندمل نہیں ہوا تھا کہ پندرھویں صدی کے تیسرے مہینے مسلک دیوبند کے فقہی شعبہ ایک محقق حافظ ریاض احمد اشرفی اور اس کے بعد میدان سیاست کے شہسوار مجاہد ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ بھی اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ ہر دو بزرگوں کو مغفرت نصیب فرمائے۔ راقم

اس غم میں مولانا ہزاروی کے سوگواران بالخصوص مادرِ علمی دارالعلوم حقانیہ اور ادارہ الحق کے ساتھ برابر کے شریک ہیں۔ اللہ تعالیٰ مولانا ہزاروی کی وفات سے پیدا شدہ خلا کو اپنے فضل و کرم سے پُر کردے۔ آمین

محمد فضل اللہ جان۔ فاضل حقانیہ۔ لاہور تحصیل صوابی

آہ! ایک چراغ اور بجھا

دارالعلوم مظہر الاسلام اُوچ دیر میں حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کی وفات کے سلسلہ میں ایک تعزیتی جلسہ ہوا۔ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے مہتمم مدرسہ صاحب زادہ بشیر احمد فاضل حقانیہ نے مولانا کی وفات کو ایک عظیم قومی سانحہ قرار دیا۔ اور کہا کہ مولانا کی زندگی مجاہدانہ کارناموں سے لبریز تھی۔ وہ ناموس رسالت اور شان صحابہؓ کے تحفظ کے شہید تھے۔ اللہ مرحوم کو جنت الفردوس اور ہمیں صبر جمیل عطا فرمائیں۔ (ناظم مدرسہ اوچ دیر)

آہ! کہ حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ بابائے ملت بھی داغ مفارقت دے گئے۔ ابھی ہنوز سابقہ زخم پُر نہیں ہوئے تھے کہ دل پر یہ دوسرا زخم لگا۔ ع

تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

علماء حق کوچ فرما رہے ہیں۔ بقول کسے ؎

جو تھے نوری وہ گئے افلاک پر　　مثل تلچھٹ رہ گئے ہم خاک پر

اللہ تعالیٰ مرحوم و مغفور کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ اور حضرت مولانا صاحب دامت برکاتہم کا سایۂ رحمت تادیر ہمارے سروں پر باقی رکھے۔ (حافظ محمد یٰسین حضرزوی)

مجلس تحفظ حقوق اہلسنت جلالپور پیراں والا کے رہنماؤں قاری محمد یعقوب صاحب نقشبندی، عبدالرحمٰن جامی النقشبندی، خدا بخش فاروقی نے مولانا غلام غوث ہزاروی کی اچانک وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے اور ان کی خدمات کو سراہا ہے۔ مولانا کے اسلام کے عادلانہ نظام کی ترویج۔ اعلائے کلمۃ الحق کے مقدس فریضہ ملکی سالمیت جیسی خدمات مسلم ہیں۔ حبیب الرحمان قادری خریداری ۵۸۶۸

مقام روپ کنیٔ الخلیل لائبریری میں فضلاء دارالعلوم حقانیہ اور علاقہ الائی کے دانشوروں کا ایک تعزیتی جلسہ منعقد منعقد ہوا۔ جس کی صدارت مولوی حبیب الرحمان حقانی نے کی۔ تلاوت کلام پاک کے بعد علاقہ الائی میں دارالعلوم حقانیہ کے جید فاضل اور انجمن حقانی کے سربراہ مولانا محمد خلیل اللہ حقانی نے خطاب کرتے ہوئے مولانا کو شاندار الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا۔ اور کہا کہ وہ شیر سرحد تھے۔ بابائے قوم تھے۔ مولانا مرحوم کی موت پاکستان اور علماء دیوبند کا عظیم نقصان ہے۔ شرکاء نے مرحوم کی روح کے لئے قرآن خوانی بھی کی۔

حبیب اللہ روپ کنیٔ۔ بٹ گرام ہزارہ

۱۳ر فروری ۱۹۸۱ء بعد نماز جمعہ مرکزی دفتر تنظیم الفضلاء حقانیہ اکوڑہ خٹک حلقہ کراچی - ایک تعزیتی جلسہ زیر صدارت مولانا حسین احمد حقانی صاحب منعقد ہوا۔ جس میں حقانی برادری نے مجاہد ملت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کی وفات پر انتہائی گہرے رنج وغم کا اظہار کیا۔ اور حضرت مرحوم کی وفات پاکستان کے لئے خصوصاً اور دنیائے اسلام کے لئے عموماً عظیم سانحہ قرار دیا۔ اور حضرت مرحوم کی دینی اور ملی خدمات کو سراہا۔ اور آخیر میں دعا کی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت مرحوم کو جنت الفردوس عطا فرمائیں۔ روح الحق ناظم نشر واشاعت فضلائے حقانیہ۔ ناظم آباد۔ کراچی

اکابر کے شانہ بشانہ شریک انقلابات اسلامی اور جنگ آزادی کے بطل جلیل اور مرد حریت مولانا غلام غوث ہزاروی کی وفات پُر حسرات کی خبر سن کر بے حد صدمہ ہوا۔

یقیناً مولانا کی رحلت سے چودھویں صدی ہجری کی شجاعت، جرأت، علم وعمل کا مجسمہ اور تقویٰ کا روشن ستارہ پندرہویں صدی کے آغاز اور ربیع الاول کے انقلابی مہینہ میں ہمیشہ کے لئے ڈوب گیا۔

ہزاروی صاحب نے ہر ظالم جابر حکمران کو للکار کر افضل الجہاد کلمہ حق عند سلطان جائر کا فریضہ ادا کیا ہے۔ وہ عاشق رسولؐ اور شیدائی صحابہؓ تھے۔ اور انہوں نے ناموس رسالت اور شان صحابہ کے تحفظ پر گستاخانِ صحابہؓ کے پرخچے اڑا کر مر مٹنے کا کردار ادا کر کے ہمارے لئے مشعلِ راہ بنا دیا ہے۔

میرے نزدیک مولانا ہزاروی صاحب ناموس صحابہؓ کے تحفظ کے شہید ہیں۔ کیونکہ مولانا کی زندگی دیگر کارناموں کے علاوہ اس معاملہ میں بھی خصوصاً مجاہدانہ کارناموں سے بھری پڑی ہے۔ اور مرحوم کے آخری سیاسی موقف کے ساتھ معمولی اختلاف کے باوجود یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ مشن ولی اللہی کے ساتھ مولانا کی عقیدت اور نفاذِ شریعت کے لئے ان کا مثالی کردار بالکل بے داغ ہے۔ منجانب محمد فضل عظیم حقانی

مدرس دار العلوم مظہر الاسلام اُوچ ضلع دیر

الحق کے نقش آغاز میں مفتی صاحب مرحوم کا تذکرہ پڑھا۔ ہم ارض مقدس میں ان کی زیارت کے منتظر تھے کہ جوار کعبہ میں یہ جانگسل خبر سنا دی۔ ان کی خدمات قابل رشک تھیں۔ ابھی غم تازہ تھا کہ بطل حریت مولانا غلام غوث ہزاروی کی وفات کی اطلاع آئی۔ وقتی علیحدگی کے باوجود بھی وہ ہمارے تھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی جوارِ رحمت میں جگہ دے۔

حافظ محمد حسین - الریاض سعودی عرب

روسی الحاد
آج ہی طلب فرمائیں
موتمر المصنفین دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور پاکستان

افکار و تاثرات

★ نظام العلماء اور سیاسی اتحاد

★ اسلامی نظام پر ریفرنڈم

نظام العلماء اور سیاسی اتحاد و اشتراک کا مسئلہ پارٹی کے سربراہ مولانا محمد عبداللہ درخواستی نے نظام العلماء پاکستان کی مرکزی جنرل کونسل کا اجلاس ۱۶ر مارچ کو خانپور میں طلب کر لیا ہے جس میں مولانا مفتی محمود کی جگہ نئے سکرٹری جنرل کے انتخاب کے علاوہ دوسری جماعتوں کے ساتھ اشتراک و تعاون کے بارے میں بھی حتمی فیصلہ کیا جائے گا۔

انہوں نے کہا کہ ہم نے قومی و دینی مفاد میں ہمیشہ دوسری جماعتوں کے ساتھ تعاون کیا ہے اور اب بھی اس سے گریز نہیں کریں گے۔ لیکن اس تعاون کے مقاصد میں جمہوری اقدار کی بحالی کے ساتھ ساتھ اسلامی نظام کے موثر نفاذ اور منکرین ختم نبوت کے بارے میں آئینی فیصلہ پر عمل درآمد جیسے بنیادی نکات کو شامل کرنا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ ہم جمہوریت برائے جمہوریت کے نہیں بلکہ جمہوریت برائے اسلام کے قائل ہیں اور اسلامی مقاصد کو پس پشت ڈال کر کسی تعاون میں شرکت ہمارے لیے مشکل امر ہوگی۔

انہوں نے کہا کہ ہم نے ابھی تک جماعتی سطح پر کسی اتحاد میں شامل ہونے کا فیصلہ نہیں کیا۔ اور اس سلسلہ میں ۱۶ر مارچ ۸۱ء کو حتمی فیصلہ ہوگا اور پارٹی کے راہنما اور جنرل کونسل جو فیصلہ بھی کرے گی وہ ہر رکن کو دل و جان سے قبول ہوگا۔ لیکن میری ذاتی رائے یہ ہے کہ جمہوریت کی بحالی کے لئے جمہوریت کے قاتلوں سے اشتراک و تعاون خود جمہوریت کے ساتھ مذاق کے مترادف ہوگا۔ ہم ۷۳ء کے آئین کی بحالی اور پارلیمانی جمہوریت کے تحفظ پر یقین رکھتے ہیں اور موجودہ حالات میں ملکی صورت حال میں مثبت پیش رفت کے لئے اسے ہی واحد راستہ سمجھتے ہیں۔ لیکن اس مقصد کے لئے ان عناصر کے ساتھ اشتراک و تعاون کا رویہ ہماری سمجھ سے بالاتر ہے جن کے ہاتھوں سے ابھی تک جمہوریت کا خون ٹپک رہا ہے۔ اور جنہوں نے اپنے دور اقتدار میں جمہوری اقدار اور جمہوری اداروں کے تقدس کو سرعام پامال کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جمہوریت صرف اصولوں کا نہیں بلکہ کردار کا بھی نام ہے۔ اور کردار سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف جمہوریت کے زبانی دعووں پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔

(مولانا زاہد الراشدی مرکزی سکرٹری اطلاعات نظام العلماء پاکستان)

اسلامی نظام پر ریفرنڈم؟ اس وقت باوجود اپنی طویل علالت و ضعف کے اس عریضہ کو لکھنے کا داعیہ اس لئے پیدا ہوا کہ جنرل ضیاء الحق صاحب کے اسلامی نظام پر ریفرنڈم کرانے والے بیان سے سخت تشویش پیدا ہوگئی ہے۔ علماء و مشائخ کا وہاں کیا ردعمل ہے؟ یہاں تو اہل علم حضرات اس سے بہت فکرمند ہوگئے ہیں۔

میری ناقص رائے میں تو علماء کے وفود جنرل صاحب سے مل کر اس فعل سے روکنا چاہیئے۔ ورنہ خطرہ یہ ہے کہ ساری امیدوں اور گذشتہ کوششوں پر پانی پھر جائے گا۔ اور ملک میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑک اٹھے گی۔ نعوذ باللہ تعالیٰ من ذالک۔ نفاذ شریعت کے اعلانات اور اتنا کام ہو چکنے کے بعد ریفرنڈم کا اعلان کرنے کے کیا معنی!

احقر نے جنرل صاحب کو جو عریضہ لکھنے کا ارادہ کیا ہے اس کا خلاصہ ذیل میں درج کر کے آپ کے گراں قدر مشورہ کا طالب ہوں اور آپ سے بھی درخواست ہے کہ ریفرنڈم کو رکوانے کی کوشش فرمائیں۔

"آپ کے اخلاص میں تو بفضلہ اب تک شبہ نہیں ہو رہا اور آپ کے حرمین شریفین سے اس قدر تعلق اور رجوع الی اللہ کی کیفیات خود آنکھوں سے دیکھتا رہتا ہوں۔ لیکن یہ بیانات دیتے دیتے کہ جو لوگ نظریہ پاکستان کے مخالف ہیں انہیں حکومت کے عہدوں پر آنے کا کوئی حق نہیں۔ اور نہ انہیں کبھی انتخابات میں حصہ لینے دیا جائے گا۔ خود اسلامی نظام پر ریفرنڈم کرانے کے سلسلہ میں آپ کے تازہ بیان سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے حوارین میں مخلص لوگ نہیں ہیں جو غلط مشورے دیتے رہتے ہیں۔ انسان سنتے سنتے متاثر ہو ہی جاتا ہے۔ بجز اس کے جس پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم ہو۔ احقر افسران بالا اور نوکر شاہی سے اچھی طرح واقف ہے۔ کہ دین پر ان کے لئے چلنا قیامت ہے بلکہ دین کے دشمن ہیں اور اسلامی نظام کو چلنے دینا نہیں چاہتے۔ کیا انہیں معلوم نہیں کہ پاکستان کا قیام ہی اسلامی نظام پر ریفرنڈم سے ہو چکا ہے۔ ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت کا تختہ الٹنے میں بھی ریفرنڈم ہو چکا اور عوام کے جذبات معلوم ہو چکے۔

جو لوگ اسلامی نظام نہیں چاہتے انہیں پاکستان میں رہنا نہیں چاہیئے۔ اور اپنی پسند کی سیکولر حکومت میں چلے جائیں اور پاکستان چھوڑ دیں۔ صرف ان کے خیال سے ریفرنڈم کراتے اور عوام کو پھر ابتلا و آزمائش اور فتنہ و فساد میں ڈال دینے کا کوئی جواز نہیں۔

محمد فاضل بعمارۃ عبدالعزیز الکعکی۔ جیاد۔ مکۃ مکرمہ

قومی کمیٹی برائے دینی مدارس | قومی کمیٹی برائے دینی مدارس کی رپورٹ ہر جگہ موضوع بحث بنی ہوئی ہے آپ نے بحیثیت رکن کمیٹی علماء حق کی نمائندگی کا جو حق ادا کیا ہے اسے بھی الحق کے ذریعہ منظر عام پر لایا جائے۔ الحق کی آواز انشاء اللہ ایسے عزائم کو خاک میں ملاوے گی۔ مولانا عزیز الرحمان دارالعلوم اسلامیہ لکی مروت۔ بنوں

نصاب کمیٹی کی رپورٹ | قاری محمد امین صاحب سے نصاب کمیٹی کی رپورٹ پر آپ کے ذمہ دار موقف کا سن کر از حد مسرت ہوئی۔ اگر دینی ادارے ایسے غلط منصوبوں کی زد میں آ گئے تو ہم سڑکوں اور چوراہوں میں بیٹھ کر بھی دینی علوم کی اشاعت کریں گے۔ مجوزہ پروگرام مدارس اور طلبا میں انتشار پیدا کرنے کا پیش خیمہ بن سکتا ہے۔ ہوشیار اور مدبر حضرات مدارس کے تحفظ کو وقتی مفادات پر ترجیح دیں گے۔

مولانا سعد الدین۔ مردان

دارالعلوم حقانیہ کے شب و روز

شفیق فاروقی

وفاق کی مجلس عاملہ کا اجلاس ۱۲؍فروری کو وفاق المدارس العربیہ کی مجلس عاملہ کا اہم اجلاس راولپنڈی میں منعقد ہوا جس میں قومی کمیٹی برائے دینی مدارس کی رپورٹ اور حکومت کے مجوزہ پروگرام پر غور و خوض کیا گیا حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ جنہیں مولانا مفتی محمود کی وفات کے بعد وفاق المدارس کا باضابطہ سرپرست بنایا گیا نے بھی ایجنڈا کی اہمیت کی بنا پر شرکت کی۔ جناب مدیر الحق نے بھی قومی کمیٹی کے رکن کی حیثیت سے جو کام کیا تھا اس سے عاملہ کو تفصیلاً آگاہ کیا۔ عاملہ کے حکم پر جناب مدیر صاحب نے اس سلسلہ میں ایک توثیقی قرارداد مرتب کی جسے عاملہ نے متفقہ طور پر منظور کیا جو شریک اشاعت ہے۔

مولانا ولایت شاہ کاکاخیل کی وفات مولانا ولایت شاہ صاحب کاکاخیل فاضل دیوبند جو دارالعلوم کے نہایت مخلص اور سرگرم اراکین شوریٰ میں تھے اور مخدوم محترم میاں مسرت شاہ کاکاخیل کی وفات کے بعد دارالعلوم کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔ ۲۳؍فروری کو مرض قلب کے شکار رہ کر انتقال فرما گئے جس سے علاقہ بھر کے علمی و دینی حلقوں کو عموماً اور دارالعلوم کو بالخصوص شدید صدمہ پہنچا۔

۲۴؍فروری کو ان کے گاؤں حکمت آباد میں جنازہ ہوا جسے حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ نے پڑھایا اور حاضرین اور سارے خاندان کو کلمات تعزیت سے نوازا۔ اس موقع پر دارالعلوم کے اکثر اساتذہ و اراکین بھی موجود تھے۔ مولانا سمیع الحق صاحب نے تدفین سے قبل مولانا کی وفات پر تعزیتی خطاب کیا۔ دارالعلوم میں مولانا مرحوم کے لئے ایصال ثواب کا اہتمام ہوا اور دعائیں کی گئیں۔

عطیہ کتب مشہور صاحب خیر نواب آف ٹیری مرحوم ضلع کوہاٹ کے گراں قدر کتب خانہ کا ایک بڑا حصہ ان کے ورثاء نے دارالعلوم حقانیہ کے کتب خانہ میں وقف کرا کر محفوظ کروایا تھا۔ اب اس کتب خانے کا مزید کچھ حصہ ان کے ایک عزیز کیپٹن نواب زادہ عبدالصبور خٹک کے ذریعے پہنچ چکا ہے۔

کراچی کے جناب ایوب ماموں صاحب نے دورۂ حدیث کے مکمل دس سیٹ ارسال فرمائے ہیں اور تورڈھیر کے مولانا سید حلیم گل مرحوم کے ورثا نے ان کی کتابیں دارالعلوم بھیج کر صدقہ جاریہ کا ایک دروازہ اپنے لئے کھول دیا ہے۔ دارالعلوم سب کا ممنون ہے۔